Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.................. 25 روپے
سالانہ.................. 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....اولی الامر کی اطاعت..........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط135)..........پہلے خویش پھر درویش ....// // 6

درسِ حدیث ....خواتین کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم......// // 14

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

وقتِ وفات نیکوں کے لئے جنت کے انعامات..........مفتی محمد امجد حسین 18

دنیا کی حقیقت (قسط2)..........قاری جمیل احمد 22

ماہِ ذی الحجہ: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..........مولانا طارق محمود 25

علم کے مینار: ......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات وواقعات .....مولانا غلام بلال 27

تذکرۂ اولیاء: ....حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے القاب..........مولانا محمد ناصر 29

پیارے بچو!..........جنات وشیاطین (قسط3)..........حافظ محمد ریحان 32

بزمِ خواتین ....خواتین جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے (قسط10)......مولانا طلحہ مدثر 33

آپ کے دینی مسائل کا حل..... نکاح کے پیغام یا منگنی کی شرعی حیثیت........ادارہ 42

کیا آپ جانتے ہیں؟.......... جانوروں کے آداب..........مفتی محمد رضوان 53

عبرت کدہ .... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت........مولانا طارق محمود 82

طب وصحت..........قدرتی ہوا اور فطری روشنی کی ضرورت وافادیت......مفتی محمد رضوان 86

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..........مولانا محمد امجد حسین 91

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........حافظ غلام بلال 93

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

اولی الامر کی اطاعت

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد ’’اولی الامر‘‘ کی اطاعت کا حکم آیا ہے۔

اور اولی الامر سے مراد، کسی بھی معاملہ کے اصحابِ حل وعقد اور ذمہ دار ہیں، لہٰذا جس شخص کا جو عہدہ اور ذمہ داری ہو، اس عہدہ اور ذمہ داری کے تحت آنے والے افراد کو اپنے حکام، ذمہ دار، نگران اور افسرانِ بالا وغیرہ کی متعلقہ امور میں اطاعت ضروری ہے۔

اور کئی احادیث میں بھی ’’اولی الامر‘‘ کی اطاعت کا ذکر آیا ہے، جن کے مجموعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر ماتحت کو اپنے ’’اولی الامر‘‘ اور بڑے کی متعلقہ امور میں اطاعت وفرمانبرداری کا حکم ہے، بشرطیکہ اس اطاعت اور فرمانبرداری میں کوئی گناہ لازم نہ آرہا ہو، یہاں تک کہ بہت سے مقامات پر ’’اولی الامر‘‘ اور بڑے کے حکم سے نفل ومستحب عمل کو بھی ترک کردینے کا حکم ہے، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہر شعبہ میں بڑے اور چھوٹے کے درمیان قولاً یا فعلاً بڑے کی اطاعت کا عہد معاہدہ ہوتا ہے، جس کی خلاف ورزی شرعاً گناہ ہے، نیز اس کی مخالفت کرنے سے نہ کوئی محکمہ وادارہ صحیح چل سکتا ہے، اور نہ کوئی ملک صحیح چل سکتا ہے اور نہ ہی گھر کا نظام درست رہ سکتا ہے، پس ملکی سطح سے لے کر گھر کے نظام تک کو درست کرنے کے لئے ضروری ہے کہ درجہ بدرجہ ہر ماتحت اور چھوٹا اپنے بڑے کی جائز متعلقہ کاموں میں اطاعت کرے۔

اب شریعت کے اس اصول کی روشنی میں ہر محکمہ اور شعبہ میں درجہ بدرجہ ’’اولی الامر‘‘ اور بڑوں کی اطاعت لازم ہوتی ہے، چنانچہ رعایا پر جائز کاموں میں اپنے حکمرانوں کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے، اور اس میں جائز قوانین بھی داخل ہیں، اور حکمرانوں کے درجات کے اعتبار سے بھی تقسیم ہے، کہ جس شعبہ کا جو حکمران یا وزیر وغیرہ ہو، اس شعبہ میں اس حکمران یا وزیر کی جائز کاموں میں اطاعت واجب ہے۔

اسی طرح اولاد کو اپنے والدین کی اور بیوی کو اپنے شوہر کی اور شاگرد کو اپنے استاذ کی اور ملازموں کو اپنے مالک یا مہتمم وافسر بالا کی جائز کاموں میں اطاعت واجب ہے۔

اور یہ سلسلہ دنیا اور دین کے سب شعبوں کے لئے عام ہے، اور اسی وجہ سے عوام کو علماء وفقہاء کی اطاعت

واجب ہے۔

مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت کے اس اصول کی عام طور پر پاسداری نہیں، اوپر سے لیکر نیچے تک ہر شعبہ میں ''اولی الامر'' کی نافرمانی عام ہے، جس کا دینداروں کو بھی اہتمام وخیال نہیں۔

چنانچہ ملک کے جائز قوانین کی خلاف ورزی عام ہے، بلکہ جائز قوانین کی خلاف ورزی کو گناہ تو کیا سمجھا جاتا، الٹا اس کو فخر وتفاخر اور اپنی بڑائی کا ذریعہ سمجھا جانے لگا ہے۔

مثلاً ٹریفک کے قوانین میں نظم وانتظام قائم رکھنے اور حادثات سے حفاظت کے لئے یہ چیز داخل ہے کہ راستہ پر جب سرخ بتی کا اشارہ چلے تو رُک جانا چاہئے، یا ٹریفک پولیس کا مقرر کردہ نمائندہ جب رُکنے کا اشارہ کرے تو رُک جانا چاہئے۔

مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس قانون کی عام طور پر پابندی کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور اگر کبھی کسی کو اس کا کچھ خیال بھی آتا ہے تو صرف اس حد تک ہی آتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے چالان یا جرمانہ ہوسکتا ہے، لیکن یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی جاتی کہ اگرچہ کوئی چالان یا جرمانہ نہ ہو، پھر بھی اس کی خلاف ورزی کرنا شرعی اعتبار سے گناہ ہے۔

اسی طرح مثلاً آبادی اور راستہ وغیرہ کی نوعیت کے اعتبار سے حادثات سے حفاظت کے لئے راستوں پر گاڑی کی رفتار کے لئے کچھ ضابطے اور قانون مقرر ہیں کہ فلاں مقام پر حدِ رفتار اتنی اور فلاں مقام پر حدِ رفتار اتنی ہے، مگر اس قانون کی بھی عام طور پر رعایت نہیں کی جاتی۔

اسی طرح مثلاً موٹر سائیکل چلاتے وقت نقصان سے حفاظت کے لئے ہیلمٹ پہننا قانونی طور پر ضروری ہے، مگر اکثر وبیشتر اس قانون کی بھی پاسداری نہیں کی جاتی اور مختلف حیلوں بہانوں سے اس کی خلاف ورزی کی جاتی ہے، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ اسے ہیلمٹ پہننے سے الجھن ہوتی ہے، یا اس کو عادت نہیں، حالانکہ یہ کوئی معقول عذر نہیں، کیونکہ یہ عذر تو شریعت کے دوسرے احکام کے متعلق بھی پیش کیا جاسکتا ہے، مثلاً کوئی کہے کہ اسے سردیوں کے موسم میں نماز کے لئے وضو کرنے سے الجھن ہوتی ہے، یا اس کو اس کے پہننے کی عادت نہیں، مگر اس کا یہ عذر وضو اور نماز کے ترک کرنے کے لئے معتبر نہیں، اسی طرح جائز قانون کی خلاف ورزی کرنا جب شرعاً گناہ ہے تو اس میں بھی اس طرح کا عذر معتبر نہیں ہوگا۔

اسی طرح بعض اوقات گاڑی وغیرہ چلاتے وقت حادثات سے حفاظت کے لئے فون پر بات چیت کرنے

کی قانونی طور پر پابندی ہوتی ہے، تاکہ حادثات وغیرہ سے حفاظت رہے، اس لئے ایسے قانون کے مطابق عمل کرتے ہوئے فون کا استعمال شرعاً بھی جائز نہیں۔

ایسے وقت اگر کسی سے فون پر بات کرنا زیادہ ہی ضروری ہو، تو مناسب یہ ہے کہ گاڑی ایک طرف مناسب جگہ کھڑی کرکے ضرورت پوری کی جائے۔

مگر اس قانون پر بھی عام طور سے عمل کا اہتمام نہیں ہوتا۔

چنانچہ بعض علاقوں میں بجلی کی قلت سے بچنے کے لئے شادی بیاہ کی تقریبات اور بازاروں میں کاروباری مصروفیات کے لئے قانونی طور پر رات کو انتہائی وقت مقرر ہے، کہ اس کے بعد ان تقریبات اور کاروباری مصروفیات کو جاری رکھنا قانونی طور پر منع ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس طرح کے قانون پر بھی عام طور پر عمل نہیں کیا جاتا، اور اگر کبھی کسی کو اس کی فکر بھی ہوتی ہے، تو صرف چالان یا جرمانہ کے خوف کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اسی طرح کسی ادارہ یا مدرسہ میں ملازمت وتقرری اور داخلہ کے وقت مخصوص شرائط مقرر ہوتی ہیں، اور ان شرائط کے تحت ہی ان اداروں میں ملازمت وتقرری اور داخلہ وغیرہ دیا جاتا ہے، بلکہ قانونی طور پر کاروبار اور دوسری بہت سی چیزوں کی اجازت ومنظوری مخصوص شرائط کے تحت ہی ہوتی ہے، اور انہی شرائط کے تحت مختلف چیزوں کی سند، ڈگری، لائسنز اور اجازت نامے وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔

لیکن تقرری اور داخلہ واجازت نامہ کے حصول کے بعد اس طرح کے عہد ومعاہدات کی پاسداری اور اس ادارہ کے مقررہ ضابطوں اور قاعدوں پر عمل درآمد کو شرعاً ضروری نہیں سمجھا جاتا، اور جابجا ان کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔

غرضیکہ سرکاری وغیر سرکاری اداروں اور محکموں میں قدم قدم پر حکومتی اور غیر حکومتی اداروں اور محکموں کے قوانین اور ضابطوں کی خلاف ورزی کی جاتی ہے، اور اس کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا، جبکہ اس طرح کے قوانین نظم وضبط کو قائم رکھنے، عوام کو مشکلات سے محفوظ رکھنے اور مختلف قسم کے حادثات اور جرائم کی روک تھام اور عوامی سہولت پر مبنی ہیں، اور ان قوانین اور ضابطوں کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہر جگہ بدانتظامی وبدنظمی اور طرح طرح کی مشکلات کا سامنا ہے، اس کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔

"اللہ کرے کہ اس کی اصلاح ہو"

(سورہ بقرہ قسط135، آیت219، 220)

مفتی محمد رضوان

پہلے خویش پھر درویش

وَیَسْأَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْآیَاتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ.فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۹ ۲۱)

ترجمہ:اورسوال کرتے ہیں وہ آپ سے کہ کیا خرچ کریں؟فرمادیجئے کہ آسان کو(خرچ کرو)اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیات کو، تاکہ تم غوروفکر کرو، دنیااورآخرت میں(سورہ بقرہ)

تفسیروتشریح

مذکورہ آیت میں لوگوں کی طرف سے نیک کاموں میں خرچ یعنی صدقہ وخیرات کرنے کے متعلق سوال کا جواب مذکور ہے۔

''عفو''جس کا ترجمہ آسان کا کیا گیا ہے،اس کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں،ایک قول کے مطابق''عفو'' کا مطلب یہ ہے کہ جس پر صدقہ کرے، یا جو چیز صدقہ کرے،اس کو کسی پر ظاہر نہ کرے، بلکہ اس کو نظرانداز کردے،اورایک قول کے مطابق''عفو'' کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ خیرت کرنے میں نہ تو بخل سے کام لے،اورنہ فضول خرچی سے کام لے، بلکہ درمیانے راستہ کو اختیار کرے،اورایک قول کے مطابق ''عفو'' کا مطلب یہ ہے کہ سہولت کے ساتھ جو کچھ میسر ہو، وہ خرچ کردے،اورایک قول کے مطابق''عفو'' کا مطلب پاکیزہ اورحلال مال کو خرچ کرنا ہے۔

لیکن بہت سے مفسرین کے نزدیک''عفو'' سے مراد یہ ہے کہ صدقہ کی وجہ سے اپنے اوراپنے اہل وعیال کے نان نفقہ کی ضروریات متاثر نہ کرے،ان ضروریات کے پوری ہونے کے بعد جو مال بچے،اس میں سے وہ صدقہ کرے،جیسا کہ مشہور ہے کہ''پہلے خویش پھر درویش''

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(وَیَسْأَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ)قَالَ:اَلْفَضْلُ عَلَی الْعِیَالِ (المعجم الکبیر

للطبرانی، رقم الحدیث ۱۲۰۷۵)

ترجمہ: اور سوال کرتے ہیں لوگ آپ سے کہ کیا خرچ کریں؟ فرما دیجئے کہ ”عفو“ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”عفو“ سے مراد اہل وعیال (کے نان نفقہ) سے زیادہ ہے (طبرانی)

اس روایت کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔ [۱]

لیکن اس کی تائید بعض تابعین مثلاً حضرت حسن وغیرہ کے قول سے ہوتی ہے۔ [۲]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ”صحیح بخاری“ میں اور امام بغوی نے ”شرح السنۃ“ میں اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ [۳]

نیز کئی احادیث میں بھی صدقہ خیرات میں اتنی زیادہ مقدار خرچ کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے کہ جس کی وجہ سے اپنے یا اپنے اہل وعیال کا ضروری نان نفقہ متاثر ہو۔

اور کئی مفسرین نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ [۴]

اور دلائل کے لحاظ سے یہی قول راجح ہے، جس میں کئی دوسرے اقوال بھی داخل ہیں۔

---

[۱] قال الهيثمي:رواه الطبراني، وفيه محمد بن أبي ليلى وهو سيء الحفظ، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۰۸۵۹، باب قوله تعالى ويسألونک ماذا ينفقون)

[۲] أخبرنا حميد ثنا هوذة بن خليفة ، ثنا عوف ، عن الحسن :(ويسألونک ماذا ينفقون قل العفو ، قال : ذلک أن لا تجهد مالک ، ثم تقعد تسأل الناس (الاموال لابنِ زنجويه، رقم الحديث ۱۹۱۶)

[۳] وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :(وَيَسْأَلُونَکَ مَاذَا يُنْفِقُونَ؟ قُلْ :الْعَفْوَ، كَذَلِکَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَکُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَكَّرُونَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ) وَقَالَ الْحَسَنُ الْعَفْوُ الْفَضْلُ(بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل)
(ويسألونک ماذا ينفقون قل العفو)أى :الفضل الذى يسهل إعطاؤه، أى :تعطون عفو أموالكم، فتتصدقون بما فضل من أقواتكم، وأقوات عيالكم(شرح السنة،للبغوی،باب خير الصدقة عن ظهر غنى)

[۴] (ويسألونک ماذا ينفقون) أى ما قدره (قل) أنفقوا (العفو) أى الفاضل عن الحاجة ولا تنفقوا ما تحتاجون إليه وتضيعوا أنفسكم وفى قراء ة بالرفع بتقدير هو (كذلک) أى كما بين لكم ما ذكر (يبين الله لكم الآيات لعلكم تتفكرون)(فى) أمر (الدنيا والآخرة) فتأخذون بالأصلح لكم فيهما (تفسير الجلالين، تحت سورة البقرة)

وأولى هذه الأقوال بالصواب قول من قال :معنى"العفو :"الفضل من مال الرجل عن نفسه وأهله فى مؤونتهم ما لا بد لهم منه .وذلک هو الفضل الذى تظاهرت به الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بالإذن فى الصدقة، وصدقته فى وجوه البر(تفسير طبرى، ج۴ص۳۳۷،سورة البقرة)

والقول الثالث عليه أكثر أهل التفسير:كما حدثنا على بن الحسين ، عن الحسن بن محمد ، قال :حدثنا أبو معاوية ، قال :حدثنا ابن أبى ليلى ، عن الحكم ، عن مقسم ، عن ابن عباس ، فى قوله جل وعز (ويسألونک ماذا ينفقون قل العفو قال : ما فضل عن العيال قال أبو جعفر :فهذا القول بين وهو مشتق من عفا يعفو إذا كثر وفضل والمعنى والله أعلم :ويسألونک ماذا ينفقون قل :ينفقون ما سهل عليهم وفضل عن حاجتهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (سورة الاسراء، رقم الآية ۲۹)

ترجمہ: اور نہ کیجئے اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا، اپنی گردن کی طرف اور نہ کھولئے اس کو پوری طرح، پھر تو بیٹھ جائے گا پشیمان تہی دست ہو کر (سورہ اسراء)

مطلب یہ ہے کہ خرچ کرنے میں نہ تو بالکل ہاتھ روک لیا جائے، اور نہ خرچ کرنے میں اتنا غلو کیا جائے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کا ضروری نان نفقہ بھی پورا نہ ہو سکے۔ [1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۴۲۷)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوپر (یعنی دینے) والا ہاتھ نیچے (یعنی لینے) والے ہاتھ سے بہتر ہے، اور (خرچ کرنے میں) آپ ابتداء اس سے کریں، جو آپ کی عیال داری میں (اور آپ کی زیرِ کفالت) ہو، اور بہترین صدقہ خوشحالی میں ہے (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۴۲۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر صدقہ خوشحالی میں ہے، اور آپ (صدقہ میں) ابتداء اس سے کریں، جو آپ کی عیال داری (اور کفالت) میں ہو (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأكثر التابعين على هذا التفسير :قال طاوس : العفو اليسير من كل شيء وقال الحسن :(قل العفو) أى لا تجهد مالك حتى تبقى تسأل الناس وقال خالد بن أبي عمران :سألت القاسم ، وسالما عن قول الله جل وعز (ويسألونك ماذا ينفقون قل العفو) فقالا : هو فضل المال ما كان عن ظهر غنى قال أبو جعفر :وهذا من حسن العبارة فى معنى الآية ، وهو موافق لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم (الناسخ والمنسوخ للنحاس،تحت رقم الحديث ۱۰۸ ، ۱۰۹ ، باب ذكر الآية التاسعة عشرة)

[1] قال الله سبحانه وتعالى :(ولا تجعل يدك مغلولة إلى عنقك) الآية .قوله (فتقعد ملوما محسورا) أى : لا تسرف، فتبقى محصورا منقطعا عن النفقة والتصرف(شرح السنة،للبغوى،باب خير الصدقة عن ظهر غنى)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَفْضَلَ الصَّدَقَةِ مَا تَرَکَ غِنًی ،تَقُوْلُ امْرَأَتُکَ: أَطْعِمْنِیْ، وَإِلَّا فَطَلِّقْنِیْ، وَيَقُوْلُ خَادِمُکَ: أَطْعِمْنِیْ، وَإِلَّا فَبِعْنِیْ، وَيَقُوْلُ وَلَدُکَ: إِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ، قَالُوْا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، هٰذَا شَیْءٌ قَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمْ هٰذَا مِنْ كِيْسِکَ؟ قَالَ: بَلْ هٰذَا مِنْ كِيْسِیْ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۷۴۲۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو کچھ نہ کچھ مالداری چھوڑ دے (سارا مال خرچ نہ کرے) آپ کی بیوی یہ کہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ، ورنہ مجھے طلاق دیدو، اور آپ کا خادم (یعنی غلام) یہ کہے کہ مجھے کھانا کھلاؤ ورنہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کردو، اور آپ کی اولاد یہ کہے کہ آپ مجھے کس کے سہارے چھوڑے جاتے ہیں؟ لوگوں نے پوچھا اے ابو ہریرہ! یہ آخری جملے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں یا یہ آپ کی تھیلی میں سے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں! بلکہ یہ میری تھیلی میں سے ہیں (یعنی یہ تشریح اور وضاحت میں نے اپنے علم سے کی ہے) (مسند احمد)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمْسِکْ عَلَيْکَ بَعْضَ مَالِکَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَّکَ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۲۶۹۰)

ترجمہ: تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنا کچھ مال اپنے پاس روک کر رکھیں (سارا صدقہ نہ کریں) یہ آپ کے لئے بہتر ہے (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰہِ وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ، وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْكِيْنٍ، وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهٗ عَلٰی أَهْلِکَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِیْ أَنْفَقْتَهٗ عَلٰی أَهْلِکَ (مسلم، رقم الحديث ۹۹۵ "۳۹")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دینار وہ ہے، جو آپ اللہ کے راستہ میں خرچ کریں، اور ایک دینار وہ ہے، جو آپ غلام آزاد کرنے میں خرچ کریں، اور ایک دینار وہ

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

ہے، جو آپ مسکین پر خرچ کریں، اور ایک دینار وہ ہے، جو آپ اپنے گھر والوں پر خرچ کریں، اور ان سب میں اجر وثواب کے اعتبار سے سب سے زیادہ وہ ہے، جو آپ اپنے گھر والوں پر خرچ کریں(مسلم)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:اَلرَّجُلُ إِذَا أَنْفَقَ النَّفَقَةَ عَلٰی أَھْلِہٖ یَحْتَسِبُھَا، کَانَتْ لَہٗ صَدَقَةً(شرح السنة،للبغوی،باب فضل النفقة علی الأھل) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جب اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے نان نفقہ میں خرچ کرتا ہے، تو وہ اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے(شرح السنہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اِبْدَأْ بِنَفْسِکَ فَتَصَدَّقْ عَلَیْھَا، فَإِنْ فَضَلَ شَیْءٌ فَلِأَھْلِکَ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَھْلِکَ شَیْءٌ فَلِذِیْ قَرَابَتِکَ، فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِیْ قَرَابَتِکَ شَیْءٌ فَھٰکَذَا وَھٰکَذَا یَقُوْلُ: فَبَیْنَ یَدَیْکَ وَعَنْ یَمِیْنِکَ وَعَنْ شِمَالِکَ(مسلم،رقم الحدیث ۹۹۷" ۴۱")

ترجمہ: آپ اپنی ذات پر خرچ کرنے سے ابتداء کریں، پھر اگر (ضروری اخراجات، نہ کہ اسراف وفضول خرچی کے بعد) کچھ بچ جائے، تو اپنے گھر والوں پر خرچ کریں، پھر اگر آپ کے گھر والوں سے بھی کچھ بچ جائے، تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کریں، پھر اگر اپنے رشتہ داروں سے بھی کچھ بچ جائے، تو اس طرح اور اس طرح یعنی اپنے آگے اور دائیں بائیں (کے ضرورت مندوں پر) خرچ کریں(مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عِنْدِیْ دِیْنَارٌ .فَقَالَ تَصَدَّقْ بِہٖ عَلٰی نَفْسِکَ قَالَ عِنْدِیْ آخر. قَالَ تَصَدَّقْ بِہٖ عَلٰی وَلَدِکَ . قَالَ عِنْدِیْ آخَر. قَالَ تَصَدَّقْ بِہٖ عَلٰی زَوْجَتِکَ . أَوْ قَالَ زَوْجِکَ. قَالَ عِنْدِیْ آخر. قَالَ تَصَدَّقْ بِہٖ عَلٰی خَادِمِکَ. قَالَ عِنْدِیْ آخَرُ.

---

[1] قال البغوی:ھذا حدیث متفق علی صحتہ، أخرجہ محمد، عن آدم، وأخرجہ مسلم، عن عبید اللہ بن معاذ، عن أبیہ، کلاھما عن شعبة(حوالہ بالا)

قَالَ أَنْتَ أَبْصَرُ (ابوداؤد رقم الحدیث ۱۶۹۳، کتاب الزکاۃ، باب فی صلۃ الرحم، واللفظ لہٗ، نسائی رقم الحدیث ۲۵۳۴، مسند احمد رقم الحدیث ۷۴۱۹) [1]

ترجمہ: نبی ﷺ نے صدقہ کا حکم فرمایا، تو ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اپنے اوپر صدقہ کرو، اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دینار بھی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اپنی اولاد پر صدقہ کرو، اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زوجہ پر صدقہ کرو، اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اپنے خادم پر صدقہ کرو، اس نے کہا کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ زیادہ جانتے ہیں (کہ آپ کی نظروں میں پھر کون مستحق ہے) (ابو داود، نسائی، مسند احمد)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے رشتہ دار یتیم بچوں اور اپنے مستحق شوہر پر صدقہ کرنے کے بارے میں سوال کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ (بخاری رقم الحدیث ۱۳۷۳ مسلم رقم الحدیث ۲۳۶۵)

ترجمہ: حضرت زینب کو ان پر (نفلی) صدقہ کرنے سے دو اجر ہیں، ایک رشتہ داری (وصلہ رحمی کا تقاضا پورا کرنے) کا اجر اور ایک صدقہ کا اجر (بخاری، مسلم)

حضرت عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلٰى ذِى الْقَرَابَةِ اثْنَتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ (سنن ابن ماجة، رقم الحدیث ۱۸۴۴) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین (یعنی عام مستحق وغریب) پر صدقہ کرنا، صدقہ ہے، اور قرابت دار پر صدقہ کرنا، صلہ رحمی اور صدقہ دو چیزوں کا مجموعہ ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: اسنادہٗ قوی (حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ، وهذا إسناد ضعیف لجهالة الرباب أم الرائح (حاشیة سنن ابنِ ماجه)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَفٰی بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۱۶۹۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنی یا اپنے متعلقین کی روزی کو ضائع کردے (ابوداؤد)

مذکورہ احادیث کی روشنی میں اب سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ خرچ کرنے اور صدقہ وخیرات کرنے میں اعتدال ہونا چاہیے، اوراس کی ابتداء اپنی ذات اوراپنے زیرِ کفالت افراد سے ہونی چاہئے کہ پہلے آدمی اپنی ذات کی بنیادی ضروریات پوری کرے، پھراپنے اہل وعیال کے ضروری نان نفقہ کوادا کرے، اور پھراس کے بعد قریبی ضرورت مند رشتہ داروں پرخرچ کرلے، اور پھر حیثیت ہو،تو دوسرے ضرورت مند غریبوں پرخرچ کرے۔

اللہ تعالیٰ کے یہ احکام اس لئے ہیں، تاکہ تم دنیاوآخرت دونوں کے معاملات کی طرف نظر رکھو۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:إسنادہ صحیح (حاشیۃ سنن ابی داؤد)

مطبوعاتِ ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسلسلہ: ارکانِ اسلام — اضافہ و تحقیق شدہ دوسرا ایڈیشن

زکاۃ
کے
فضائل واحکام

قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں زکاۃ کی فرضیت واہمیت
زکاۃ کے فضائل وفوائد، ترکِ زکاۃ کے نقصانات اور وعیدیں، زکاۃ کی اقسام،
سونے چاندی، مالِ تجارت اور کرنسی کی زکاۃ اور سائمہ جانوروں کی زکاۃ کے قدیم
وجدید مفصل ومدلل باحوالہ احکام
زکاۃ کے متعلق اہم امور ومسائل پر علمی وتحقیقی کلام

مصنّف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسلسلہ: اصلاحِ افکار

مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار
اور
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے نظریات
کا تحقیقی جائزہ

فلسفہ اور فکرِ ولی اللّٰہی ومولانا عبیدُ اللہ سندھی کے متعلق اہلِ علم واہلِ افتاء کی آرا
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی طرف نسبت کی حقیقت۔
مولانا عبید اللہ سندھی کی طرف منسوب غیر معتدل وشاذ افکار پر کلام
مولانا سندھی اور تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے متعلق متعدد اکابر
اور اہلِ علم واہلِ قلم حضرات کی آرا وتحریرات اور فتاویٰ

مؤلف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ محرم کے فضائل واحکام

اس رسالہ میں قرآن حدیث، فقہ اور سلفِ صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے پہلے مہینے "محرم الحرام" کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کو مدلل ومفصل اور سہل انداز میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اسلامی وقمری سن وماہ کی اہمیت اور اس کے مقابلہ میں دوسرے نظاموں کے حقائق کو واضح کیا گیا ہے اور عاشورہ یعنی دس محرم کے دن کی فضیلت واہمیت اور اس سے متعلقہ احکامات ومنکرات کا جائزہ لیا گیا ہے، نیز اس مہینہ کی نسبت سے معاشرے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا معتدل ومثبت انداز میں ازالہ کیا گیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

مؤلف
مفتی محمد رضوان

مدیہ

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسلسلہ: اصلاح وتزکیہ

وساوِس اور حقائق

قرآن وسنت، فقہاء ومحدثین اور اہل السنۃ والجماعۃ کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں وسوسوں کی حقیقت اور ان کے احکام، وسوسوں کی اقسام وانواع، وسوسوں کے گناہ ہونے نہ ہونے کا حکم، وسوسوں پر عمل اور ان کی تصدیق کے نتائج ونقصانات، وہم اور مالیخولیا کی بیماری کی حقیقت اور اس سے متعلق واقعات، ایمان، گناہ، ناپاکی، حرمت، طہارت، استنجاء، وضو، غسل، نماز، طلاق اور خواب وغیرہ سے متعلق وسوسوں پر تفصیلی کلام، پاکی وناپاکی اور حلت وحرمت سے متعلق اہم اصول اور مسائل، اور ناپاک چیز کو پاک کرنے کی سہل وآسان صورتیں، وسوسوں کے ضرر ونقصان سے حفاظت کا طریقہ۔

مصنّف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

درسِ حدیث — ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم (قسط 8) — مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

خواتین کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم

احادیث میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت کا جو حکم آیا ہے، وہ مرد حضرات کے ساتھ خاص ہے، اور خواتین کے لئے یہ ممانعت نہیں، بلکہ ان کو اپنا لباس ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی اجازت اور اس کا حکم ہے جس کی بعض احادیث میں تصریح آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ يَصْنَعْنَ النِّسَاءُ بِذُيُوْلِهِنَّ؟ قَالَ: يُرْخِيْنَ شِبْرًا، فَقَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ، قَالَ: فَيُرْخِيْنَهُ ذِرَاعًا، لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کپڑے کو (ٹخنوں سے نیچے کرکے) کبر وعُجب کی وجہ سے گھسیٹا، تو قیامت کے دن اللہ اس کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا۔ اس پر حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ عورتیں اپنی (قمیص وغیرہ کے) دامن کو کس طریقہ سے کریں گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایک بالشت لٹکالیں گی، حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اس صورت میں تو (چلتے وقت ہوا وغیرہ کی وجہ سے) ان کے قدم کھل جائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایک ذراع (یعنی دو بالشت) لٹکالیں گی، اس سے زیادہ نہیں لٹکائیں گی (ترمذی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الذَّيْلِ شِبْرًا،

---

[1] رقم الحدیث ۱۷۳۱، ابواب اللباس، باب ما جاء فی جر ذیول النساء.
قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

ثُـمَّ اسْتَـزَدْنَـــهُ، فَـزَادَهُنَّ شِبْرًا، فَكُنَّ يُرْسِلْنَ إِلَيْنَا فَنَذْرَعُ لَهُنَّ ذِرَاعًا (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمہات المومنین کو دامن (و کپڑا) لٹکانے میں ایک بالشت کی اجازت دی، پھرانہوں نے مزید اجازت چاہی، تو ایک بالشت کی اوراجازت دے دی، تو وہ ہماری طرف (ناپ کے لئے) کپڑا بھیجتی تھیں، تو ہم ان کو ایک ذراع (یا دو بالشت) ناپ کر بھیج دیا کرتے تھے (ابوداود)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قُلْـتُ: فَـكَيْفَ بِـالـنِّسَاءِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: تُرْخِينَ شِبْرًا، قُلْتُ: إِذَنْ يَنْكَشِفَ عَنْهُنَّ؟ قَالَ: فَذِرَاعٌ لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٥١١) [2]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! عورتیں (کپڑا لٹکانے میں عمل) کس طرح سے کریں گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بالشت لٹکالیں گی، میں نے عرض کیا کہ اس صورت میں تو ان کے پاؤں کھلے رہ جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ایک ذراع (یعنی دو بالشت) لٹکالیں گی، اس سے زیادہ نہیں لٹکائیں گی (مسند احمد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث سنن ابی داود اور ابن ماجہ میں بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٤١١٩، كتاب اللباس، باب فى قدر الذيل.
قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابى داود)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد اختُلف فيه على نافع (حاشية مسند احمد)

[3] عـن صـفية بنت أبى عبيد أنها أخبرته أن أم سلمة زوج النبى -صـلى الله عليه وسلم -، قالت لرسول الله -صلى الله عليه وسلم حين ذكر الإزار: فالمرأة يا رسول الله -صلى الله عليه وسـلم -، قال " :تـرخى شبرا "قـالـت أم سلمة :إذا ينـكشف عنها، قال" :فـذراعـا، لا تزيد عليه"(سنن أبى داود، رقم الحديث ٤١١٧)
قال شعيب الارنؤوط: حديث صحح، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابى داود)
عن سليمان بن يسار، عن أم سلمة قالت :سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم :كم تجر المرأة مـن ذيلها؟ قال :شبرا .قلت :إذا ينكشف عنها قال :ذراع لا تـزيـد عليه(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٥٨٠، باب ذيل المرأة كم يكون)
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على اختلاف فى إسناده على نافع (حاشية سنن ابنِ ماجه)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت وکراہت خواتین کے لئے نہیں ہے، بلکہ ان کو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا شرعاً مطلوب ہے۔

جس کی مقدار ایک بالشت یا زیادہ سے زیادہ دو بالشت ہے، اور ایک ذراع بھی دو بالشت کا ہوتا ہے، اس لئے بعض روایات میں دو بالشت کے بجائے ایک ذراع کا ذکر آیا ہے۔ [1]

---

[1] (وعن أم سلمة، قالت) : أى أم سلمة (لرسول الله -صلى الله عليه وسلم -حين ذكر الإزار) : أى ذم إسباله (فالمرأة) : عطف على الكلام المقدر لرسول الله -صلى الله عليه وسلم -ولعل المقدر قوله " :إزرة المؤمن إلى أنصاف ساقيه :"أى فما تصنع المرأة؟ ، أو فالمرأة ما حكمها؟ (يا رسول الله !فقال :ترخى) : بضم أوله أى ترسل المرأة من ثوبها (شبرا) :أى من نصف الساقين، وقيل من الكعبين (فقالت :إذا) : بالتنوين (تنكشف) : بالرفع فى أكثر النسخ .وفى نسخه السيد :بالنصب أى تظهر القدم (عنها) : أى عن المرأة إذا مشت (قال : فذراعا) : أى فترخى ذراعا، والمعنى ترخى قدر شبر أو ذراع بحيث يصل ذلك المقدار إلى الأرض ;لتكون أقدامهن مستورة، ثم بالغ فى النهى عن الزيادة بقوله :(لا تزيد) : أى المرأة (عليه) : أى على قدر الذراع .قال الطيبى :المراد به الذراع الشرعى إذ هو أقصر من العرفى (رواه مالك، وأبو داود، والنسائى، وابن ماجه)(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۷ص ۲۷۷۴،كتاب اللباس)

(ذيل المرأة شبر) أى ينبغى أن تجره على الأرض شبرا زيادة فى الستر المطلوب لها وهذا قاله أولا ثم استزدته فزادهن شبرا آخر فصار ذراعا وقال :لا تزدن عليه وقال الزين العراقى :فالأولى لهن الاقتصار على الشبر ولهن الزيادة إلى ذراع فقط (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۴۳۴۶)

شرع للنساء إسبال الإزار والثياب وكل ما يستر جميع أبدانهن .يدل على ذلك حديث أم سلمة أنها قالت حين ذكر الإزار فالمرأة يا رسول الله .قال :ترخيه شبرا .قالت أم سلمة :إذن ينكشف عنها .قال :فذراعا، لا تزد عليه ، إذ به يحصل أمن الانكشاف.

والحاصل أن لها حالة استحباب، وهو قدر شبر، وحالة جواز، بقدر الذراع.

قال الإمام الزرقانى :ويؤخذ من ذلك أن للمرأة أن تسبل إزارها، أى تجره على الأرض ذراعا . والمراد ذراع اليد -وهو شبران -لما روى ابن ماجه عن ابن عمر، قال :رخص صلى الله عليه وسلم لأمهات المؤمنين شبرا، ثم استزدنه فزادهن شبرا .فدل على أن الذراع المأذون فيه شبران .وإنما جاز ذلك لأن المرأة كلها عورة إلا وجهها وكفيها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۳۲۲، مادة "اختيال")

اوراسی وجہ سے بعض اہلِ علم حضرات نے مردکو اتنا لمبا لباس پہننا کہ جواس کے قد سے زائد ہو،اس کو خواتین کے ساتھ تشبہ میں داخل مانا ہے،اورمرد حضرات کوخواتین کے ساتھ تشبہ(یعنی ان کے مخصوص طرزِ عمل کواپنانااور)اختیارکرنا حرام ہے،اس سے زیادہ کپڑا لمبا رکھنا ان کے لئے منع ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال :لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء ، والمتشبھات من النساء بالرجال(بخاری، رقم الحدیث ۵۸۸۵)

عن أبی ھریرۃ، قال " :لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخنثی الرجال، الذین یتشبھون بالنساء ، والمترجلات من النساء ، المتشبھین بالرجال(مسند احمد، رقم الحدیث ۷۸۵۵)

قال شعیب الارنؤوط:صحیح(حاشیۃ مسند احمد)

عن أبی ھریرۃ، قال :لعن رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم -الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ، والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۰۹۸)

قال شعیب الارنؤوط:إسنادہ صحیح(حاشیۃ ابی داؤد)

وقد یتجہ المنع فیہ من جھۃ التشبہ بالنساء وھو أمکن فیہ من الأول وقد صحح الحاکم من حدیث أبی ھریرۃ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ(فتح الباری لابنِ حجر،ج۱۰،ص۲۶۳،کتاب اللباس،قولہ باب من جر ثوبہ من الخیلاء)

مقالات ومضامین (جنت کے قرآنی مناظر:40) مفتی محمد امجد حسین

وقتِ وفات نیکوں کے لئے جنت کے انعامات

روح رگ رگ سے نکالی جائے گی

(۱)...... فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ .وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ .وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ .فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ .تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ .فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ .فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ .وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ .فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ.وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ .فَنُزُلٌ مِنْ حَمِيمٍ .وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ .إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ . فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ(سورة الواقعة، رقم الآية 83 تا 96)

ترجمہ: پھرایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جب (کسی کی) جان (روح) حلقوم (گلے) تک پہنچ جاتی ہے (حالت نزع شروع ہوکر قریب الموت ہوجاتا ہے) اوراس وقت تم (حسرت سے اس کو) دیکھ رہے ہوتے ہو، اورتم سے زیادہ ہم اس کے قریب ہوتے ہیں مگر تمہیں نظر نہیں آتا، اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں (یعنی تمہارے گمان کے مطابق اگر قیامت نہیں آئے گی اور جزاء وسزا کے سلسلے نہیں ہوں گے) تو ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ تم اس (موت کے منہ میں جانے والی) جان کو واپس لے آؤ، اگر تم سچے ہو، پھر اگر وہ مرنے والا اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہو تو اس کے لئے آرام ہی آرام ہے، خوشبو ہی خوشبو ہے، اور نعمتوں سے بھرا باغ ہے۔ اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو تو (اس سے کہا جائے گا کہ) تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے کہ تم دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو۔ اور اگر وہ ان گمراہوں میں سے ہو جو حق کو جھٹلانے والے تھے تو (اس کے لئے) کھولتے پانی کی مہمانی ہے، اور دوزخ کا داخلہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بالکل صحیح معنیٰ میں یہی یقینی بات ہے لہٰذا اے پیغمبر! تم اپنے عظیم رب کا نام لے کر اس کی تسبیح کرو۔ [1]

---

[1] یہ سورہ واقعہ کی آخری آیات ہیں، اپنے مقام پر نہ آسکیں، سورہ حدید جو سورۃ واقعہ کے متصل بعد ہے، گزشتہ دوشماروں میں سورہ حدید میں مذکور جنت کی آیات ذکر ہوئیں۔ ان زیر بحث آیات کو سورہ واقعہ کی ابتدائی آیات جو شمارہ اکتوبر ۱۵ء میں بیان ہوئی تھیں ان کے بعد سمجھا جائے۔ امجد

موت کے دروازے پر

''فلو لا اذا بلغت الحلقوم'' سے سکرات موت اور نزع روح کے وقت انسان کی بے چارگی، اور بے بسی کا منظر اور انسانوں کے اس وقت تین طبقات ہو جانے کا ذکر ہے، سورہ رحمٰن اور سورہ واقعہ میں میدان حشر میں انسانوں کے تین طبقات ہونے کا مفصل حال بیان ہوا ہے، ان آیات میں واضح کر دیا گیا کہ تین طبقات میں انسانوں کے منقسم ہو جانے کا عمل سکرات موت کے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے، اس وقت جس درجے میں اپنی زندگی اور اعمال کے اعتبار سے انسان کی درجہ بندی ہو جاتی ہے، بعد کے مراحل میں جزا وسزا، ثواب وعذاب کے حالات اسی بنیاد پر اس کو درپیش ہونگے۔

تین طبقات

پہلا طبقہ مقربین کاملین (انبیاء، اولیاء، اصفیاء واتقیاء، اصحاب عزیمت) کا، دوسرا طبقہ اصحاب الیمین (نیک صالح مسلمان، سب امتوں کے اہل ایمان) کا، تیسرا طبقہ فجار، اشرار، کفار، منکرین ومکذبین کا ہوگا۔

نزع کے وقت اور سکرات موت کے مرحلے سے ہی پہلے دو طبقوں کے ساتھ حسب مرتبہ انعام واکرام، اعزاز واحترام کا سلوک اور تیسرے طبقے کے ساتھ سختی، جھڑک، ڈانٹ ڈپٹ، ذلت ورسوائی کا برتاؤ شروع ہو جاتا ہے، قرآن مجید کی مختلف آیات میں بھی اور احادیث میں یہ دونوں طرح کے برتاؤ مقربین ومنکرین طبقات کے ساتھ موت کے وقت ہونے کا ذکر ہے۔ مثلاً مؤمنین کے لئے بشارت اور اعزاز واکرام فرشتوں کی طرف سے ہونے کا ذکر حم السجدہ کی ان آیات میں بھی ہے

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ. نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ. نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ (سورۃ حم السجدہ آیت 30تا32)

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا کہ ''ہمارا رب اللہ ہے'' پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر یقیناً فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اتریں گے، کہ ''نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہم دنیا والی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے اور اس جنت میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لئے ہے جو تم منگوانا

چاہو، یہ سب کچھ اس ذات کی طرف سے پہلی پہلی میزبانی ہے جس کی بخشش بھی بہت ہے، جس کی رحمت کامل ہے۔

اسی طرح سورہ نحل کی آیت 28 تا32 میں جان کنی کے وقت نیک اور بد دونوں طبقوں سے فرشتوں کی ان کے مناسب حال گفتگواوران کی اچھی وبُری حالت کا تذکرہ ہے،اسی طرح دیگرآیات ہیں

جیسی کرنی ویسی بھرنی ہےضرور آخرت کی فکرکرنی ہےضرور
قبرمیں میت اُترنی ہےضرور عمر یہ اک دن گزرنی ہےضرور

قریب الموت کے احوال حدیث مبارکہ میں

احادیث میں بھی محتضر یعنی قریب الموت انسان کو پیش آمدہ احوال کو مختصرومفصل بیان کیا گیا ہے، ان ہی میں سے ایک تفصیلی روایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند احمد میں منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک انصاری صحابی کے جنازہ میں حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک تھے، جب ہم قبر پر پہنچے اور لحد بن گئی تو اللہ کے رسول تشریف فرما ہوئے ، ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھے، (خاموشی اورادب سے ہمارا یہ حال تھا) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، آپ کے ہاتھ میں کوئی تنکا تھا جس سے زمین کریدرہے تھے، پس آپ نے سر اٹھایا، فرمایا کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، دویا تین مرتبہ یہ بات ارشادفرمائی، پھر فرمایا کہ مومن بندہ کا جب دنیا سے جانے اور آخرت میں داخل ہونے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے سفید روشن چہروں والے فرشتے اترتے ہیں، گویا ان کے چہرے سورج کی طرح دمکتے ہیں، ان کے ساتھ جنت کے کفنوں میں سے کفن ہوتا ہے، اور جنت کے حنوط (مخصوص خوشبو) میں سے حنوط ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس آدمی کے پاس سے تاحد نگاہ وہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے، یہاں تک کہ مرنے والے کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے، پھر وہ یوں مخاطب ہوتا ہے، اے اطمینان والی روح! اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور رضا کی طرف نکل آ، تو وہ روح ایسی سہولت سے بدن سے نکل آتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشکیزے کے منہ سے ٹپک پڑتا ہے، پس ملک الموت اس کو لے لیتا ہے، ملک الموت کے ہاتھ میں آتے ہی پلک جھپکنے کی دیر میں باقی فرشتے اس سے لے لیتے ہیں، پس جنتی کفن میں اور حنوط میں اسے بسالیتے ہیں اورایسی خوشبواس سے پھوٹتی ہے کہ جودنیا کی اعلیٰ ترین مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتی ہے، پس وہ فرشتے اس روح کو لے کراوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس

جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ (تعجب و فرحت سے) پوچھتے ہیں یہ کیسی پاکیزہ روح ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی، وہ بہتر سے بہتر نام جو اس مرنے والے کا ہوسکتا ہے، اس نام سے اسے ذکر کرتے ہیں، یہاں تک کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھلواتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں تو اس آسمان والے مقربین اگلے آسمان تک اس کے ساتھ چلتے ہیں، ایسا ساتویں آسمان تک ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں محفوظ کردو، اور اسے زمین کی طرف لوٹالے جاؤ اس لئے کہ زمین سے ہی میں نے انہیں پیدا کیا اور زمین ہی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اس سے دوبارہ اٹھاؤں گا، فرماتے ہیں کہ پھر اس کی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے بٹھاتے ہیں، اور اس سے رب کے بارے میں، دین کے بارے میں، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے (حدیث میں ایک ایک سوال کے الفاظ اور جواب کے الفاظ مذکور ہیں ہم نے مختصراً ذکر کیا) پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچے جواب دیئے، (سچ کہا) اس کے لئے جنتی بچھونا بچھاؤ، جنتی لباس و پہناوے پہناؤ، اور جنت کی طرف اس کے لئے دروازہ کھول دو، پس جنت کی نعمتیں، خوشبودار معطر ہوائیں اس کو پہنچتی ہیں، اور حدنگاہ تک قبر اس کے لئے کشادہ ہوجاتی ہے، پھر اس کے پاس ایک حسین وجمیل، خوش لباس، معطر، خوشبوؤں میں بسا ہوا شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ بشارت و خوش خبری حاصل کر، اس کے ساتھ جس نے تجھے یہ میسر کیا اپنے اس دن میں جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا تو وہ کہتا ہے آپ کون ہیں؟ آپ کا چہرہ ایسا مبارک چہرہ ہے جس سے خیر و بھلائی ہی مل سکتی ہے، تو وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں (اعمال صالحہ اس حسین شخص کی صورت میں متشکل ہوجائیں گے) تو وہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم فرما، قیامت قائم فرما تاکہ میں اپنے لوگوں اور اپنے اسباب دنیا میں لوٹ جاؤں، آگے اس حدیث میں بُرے اور کافر انسان کے موت کے وقت کا منظر، موت والے فرشتوں کا اس کے ساتھ اہانت وسختی والا سلوک اور قبر میں اس کا سوال جواب میں ناکام ہونا، اور سخت پریشانی میں مبتلا ہونا اور قبر کی سختیوں کا اس پر واقع ہونا مذکور ہے (بحوالہ: ابن کثیر، ذیل آیۃ ۲۷، سورہ ابراہیم)

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی — جان ٹھہری جانے والی جائے گی

روح رگ رگ سے نکالی جائے گی — تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

مقالات ومضامین

قاری جمیل احمد

دنیا کی حقیقت (قسط2)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر (مسلم)

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک میں ہم سب کے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے، وہ یہ ہے کہ جب یہ فرمایا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے، تو قید خانہ دراصل تکلیف پہنچانے کے لئے ہوتا ہے، وہ قید خانہ کوئی آرام کی جگہ نہیں ہوتی۔ قید خانہ سزا دینے کی جگہ ہوتی ہے۔ جب کوئی آدمی قید خانہ میں جانے لگے تو پہلے یہ منصوبے بنانے لگے کہ وہاں یہ آرام ہوگا، یہ عیش ہونگے۔ وہاں یہ مزے اڑائیں گے، تو وہ شخص دراصل بیوقوف ہے۔ اس واسطے کہ یہ کوئی تفریح کرنے تو نہیں جارہا ہے۔ وہ ایک قید میں جارہا ہے لہٰذا اس کو ہر قسم کی تکلیفوں اور پریشانیوں کے لئے اپنے آپ کو تیار کر کے جانا چاہئے۔ جب یہ فرمایا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے، تو مومن بندے کو یہ سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں رہتے ہوئے تو اصل یہ ہے کہ انسان تکلیف اور پریشانی میں رہے، اس لیے کہ قید خانہ ہے۔ اگر انسان کو کوئی خوشی مل جاتی ہے، کوئی آرام مل جاتا ہے تو یہ اللہ پاک کی طرف سے ایک غیر معمولی نعمت ہے ورنہ اصل بات تو یہ تھی کہ یہاں انسان تکلیف میں ہوتا۔

ساری پریشانی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ہم اس دنیا کو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ دنیا ہمارا وطن اصلی ہے، اور یہ دنیا ہمارا اصلی گھر ہے، لہٰذا یہ منصوبے بناتے ہیں کہ یہاں ہماری راحت و آرام اور عیش و عشرت کی زندگی گزرے گی، اور جب وہ راحت و آرام کی زندگی نہیں ملتی تو دکھ ہوتا ہے، لیکن جب پہلے سے آدمی یہ سمجھ لے اور یہ یقین کر لے کہ دنیا میرے لئے قید خانہ ہے، چند دن کے لئے میں یہاں آیا ہوں، چند دن گزرنے کے بعد مجھے اپنے اصلی وطن آخرت میں جانا ہے۔

انسان پہلے سے ذہنی طور پر تیار ہوگا اور تیار ہونے کی وجہ سے کوئی پریشانی آئے گی تو وہ یہ سمجھے گا کہ دنیا تو ہے ہی قید خانہ۔ اور اگر کوئی راحت مل گئی تو وہ اللہ پاک کا شکر ادا کرے گا کہ یا اللہ! یہ دنیا تو میرے لئے

قید خانہ تھا، لیکن آپ نے اپنے فضل سے اس دنیا کو میرے لئے راحت و آرام کا ذریعہ بنا دیا۔ آپ نے مجھے آرام دے دیا، اپ نے مجھے خوشی دے دی۔ اے میرے رب یہ آپ کا کرم ہے اور یہ آپ کی عطا ہے۔ دنیا کی حقیقت اگر انسان سمجھ بیٹھے تو سب پریشانیاں دور ہو جائیں، اور سچ یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سمجھی تھی کہ یہ دنیا قید خانہ ہے، لہٰذا وہ اس دنیا کی تکلیف و پریشانی سے بے نیاز تھے، وہ سمجھ رہے تھے کہ یہاں دنیا میں تو ہمیں تکلیفیں ہی پہنچنی ہیں، اس واسطے وہ دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کو اللہ پاک کی رضا کی خاطر ٹھکرا دیتے تھے۔ اگر ہم ایک مرتبہ یہ سمجھ لیں کہ یہ دنیا تو ہے ہی تکلیف کی جگہ، اگر کوئی تکلیف پہنچ رہی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، اس واسطے کہ دنیا قید خانہ ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ تم دنیا میں کسی سے توقعات قائم نہ کرو۔ ساری خرابیاں یہاں سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہم مخلوقات سے توقعات قائم کر لیتے ہیں کہ یہ میری عزت کرے گا، یہ مجھ سے محبت کرے گا، یہ میرے کام آئے گا، یہ میری پریشانی دور کرے گا۔ اب جب اس سے واسطہ پڑا تو وہ توقع کے مطابق پورا نہ اُترا، جب پورا نہ اُترا تو اس کے نتیجہ میں صدمہ، تکلیف اور رنج ہو گیا کہ یہ میرا اعزیز ہے، یہ میرا قریبی دوست ہے، لیکن یہ میرے بُرے وقت پر کام نہ آیا اس لئے کہ اس سے توقعات قائم کر لی تھیں۔ اور اگر کسی سے توقعات قائم کی ہی نہیں، اگر اس کے بعد اللہ پاک اس کو کام میں لگا دیں تو یہ نعمت ہے۔ اور اگر اللہ پاک اس کو کام میں نہ لگائیں تو پریشانی حد سے نہیں بڑھتی، یہی معاملہ دنیا کے سارے تعلقات کا اور سارے مال اسباب کا ہے کہ ہم دوسروں سے توقعات قائم کر لیتے ہیں۔ دنیا میں بڑی بڑی امیدیں باندھ لیتے ہیں، کہ دنیا میں یہ ملے گا، وہ ملے گا۔ یہ راحت اور وہ راحت ملے گی۔ اب جب کہیں کوئی کمی آئی تو پھر صدمہ اور رنج ہو گیا۔

جب انسان یہ تصور کر لے کہ **الدنیا سجن المؤمن و جنۃ الکافر** دنیا مومن کے لے قید خانہ ہے، دنیا تو ہے ہی تکلیف کی جگہ، اس کے بعد تکلیف ان شاء اللہ تعالیٰ آسان ہو جائے گی۔ انسان کی اپنی سوچ کا اس کی تکلیفوں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ پہلے سے انسان ذہنی پریشانی کے لئے تیار ہو تو اس کے نتیجہ میں پریشانی کم ہو جاتی ہے۔ اور اگر ذہن پہلے سے تیار نہ ہو اور اچانک کوئی پریشانی آ گئی تو پریشانی زیادہ لگتی ہے۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجنۃ الکافر، دنیا کافر کے لئے جنت ہے، یعنی کافر ساری

توقعات اسی دنیا سے قائم کرلیتا ہے۔ کافر سمجھتا ہے کہ دنیا ہی سب کچھ ہے۔ آخرت کی زمدگی پر اس کو یقین نہیں ہے، یا آخرت کی طرف دھیان نہیں ہے۔

خلاصہ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر کا حاصل یہ ہے کہ مومن اور کافر میں یہ فرق ہونا چاہئے کہ مؤمن دنیا میں رہ کر آخرت کی فکر وکوشش میں رہے، اور کافر دنیا میں رہ کر دنیا کی فکر وکوشش میں رہے۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جیل میں قیدیوں کے دن اور رات کے لئے مخصوص معمولات ہوتے ہیں اور پھر ان کے لئے کچھ قوانین اور قواعد ہوتے ہیں، اگر وہ ان کی پابندی کریں تو نہ صرف جیل میں انہیں کچھ سہولتیں دی جاتی ہیں بلکہ قید کی مدت میں بھی بعض اوقات کمی کردی جاتی ہے، یہی حال دنیا کا ہے کہ ہمیں اس دنیا میں جو مومن کے لئے قید خانہ ہے کچھ قواعد وضوابط اور یہاں رہنے کے اصول دیئے گئے ہیں اب جو شخص یہ چاہتا ہے کہ مجھے قید خانہ میں بھی سہولت ملے اور اس کے بعد آنے والی آخرت کی زندگی میں ہمیشہ کی راحت اور سکون ملے تو اسے اس جیل خانہ اور قید خانہ میں رہتے ہوئے اپنے دن اور رات اور چوبیس گھنٹے کی زندگی کو اللہ ورسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں اور ضابطوں کے مطابق گزارنا ہوگی اور پھر اس کے لئے دنیا میں بھی راحت کا کچھ سامان ہوجائے گا اور پھر وہ یہاں سے جائے گا تو ہمیشہ کی راحتیں، نعمتیں اور خوشیاں اس کی منتظر ہوں گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں رہ کر اپنی آخرت کی فکر وکوشش میں لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ ذی الحجہ: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۵۴ھ: میں حضرت شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزغلی بن عبداللہ ترکی عونی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج۲۳ ص۲۹۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۷۴ھ: میں حضرت ابوسعد خضر بن عبداللہ بن عمر بن علی بن محمد بن حمویہ جوینی دمشقی صوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۱ ص۲۲۲)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۷۸ھ: میں حضرت ابوالفضل اسحاق بن ابراہیم بن یحییٰ شقراوی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۱ ص۱۶۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۸۰ھ: میں حضرت شمس الدین ابوالغنائم مسلم بن محمد بن مسلم بن مکی بن علان دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص۳۴۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۸۵ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن بدر بن یعیش جزری صالحی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص۳۰۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۸۷ھ: میں حضرت احمد بن ابی بکر بن سلیمان بن علی جمال الدین بن واعظ حموی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۱ ص۱۱۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۹۵ھ: میں حضرت ابوالفضل احمد بن عبدالرحمٰن بن عبدالوہاب بن مناقب علوی حسینی منقذی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۱ ص۶۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۹۵ھ: میں حضرت موفق الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی العلاء بن علی بن مبارک نصیبی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص۳۲۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۹۵ھ: میں حضرت ابوبکر بن عمر بن علی بن سالم قسطنطینی مقدسی شافعی نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص۴۱۲)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۹۶ھ: میں حضرت شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن حازم بن حامد بن حسن مقدسی صالحی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص۱۸۲)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۹۸ھ: میں حضرت ابوالغنائم سالم بن محمد بن ابی الغنائم سالم بن حسن بن ہبۃ اللہ بن محفوظ بن احمد بن صصری تغلبی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۲۶۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۹۸ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالحافظ بن بدران بن شبل بن طرخان نابلسی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۳۴۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۹۸ھ: میں جمال الدین موسیٰ بن علم الدین سنجر بن عبدربہ ترکی برلی کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۲ ص ۳۴۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶۹۹ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن علی بن عیسیٰ بن حسن لخمی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی، ج ۱ ص ۲۱۳)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ 28 ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات وواقعات''﴾

اوراس طرح بہت سی مثالیں سے موجود ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت فقہ حنفی قرآن وسنت کا مجموعہ ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ:

''(فقہ کے باب میں)لوگوں میں سب سے زیادہ ذہین اور سمجھدار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، اوران جیسا فقیہ اور سمجھدار میں نے کسی کو نہیں دیکھا''[1]

اورامام شافعی رحمہ اللہ آپ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"الناس فی الفقہ عیال علی أبی حنیفۃ"

''لوگ فقہ کے باب میں آپ کے اہل وعیال میں سے ہیں''

(اعلام النبلاء، ایضاً)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے دنیوی معاملات میں اپنے استاد، والدین یا کسی بڑے سے رہنمائی لیتا ہے، ٹھیک اسی طرح لوگ فقہ کے معاملہ میں آپ کے اہل وعیال میں سے ہیں، اور فقہی معاملات میں آپ سے ہی رجوع کرتے ہیں۔

(جاری ہے............)

---

[1] وقال ابن المبارک: وأفقہ الناس أبا حنیفۃ، ما رأیت فی الفقہ مثلہ (سیر اعلام النبلاء، ج۸، ص ۴۲۴)

علم کے مینار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (پہلی قسط) مولانا غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالات وواقعات

فقہ حنفی کا مختصر تعارف

ویسے تو اسلامی علوم کی ابتداء ابتدائے اسلام سے ہی ہوگئی تھی، اور نزولِ وحی کے زمانہ سے ہی عقائد، تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم شروع ہوچکی تھی، مگر چونکہ کسی خاص ترتیب اور اُصول کیساتھ یہ علوم مدون نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کو مستقل فن کی حیثیت حاصل تھی، اس لئے یہ علوم کسی خاص فرد کی جانب منسوب نہیں تھے، بلکہ جس نے جیسے ان علوم کو حاصل کیا تھا، وہ ان کو ویسے ہی سیکھتا سکھاتا تھا، اس لئے یہ علوم کسی خاص فرد کی طرف منسوب نہ ہوسکے تھے، لیکن جب دوسری صدی ہجری میں ان علوم کی باقاعدہ تدوین وترتیب کا آغاز ہوا، تو جن حضرات نے خاص ان علوم کو نئے انداز کے ساتھ ترتیب دیا، وہی حضرات ان علوم کے بانی و مجدد کہلائے۔

چنانچہ اہلِ سنت والجماعت کے چاروں مسالک کی تدوین اسی ترتیب پر ہوئی۔

اسی بناء پر اہلِ سنت والجماعت کے سب سے پہلے فقہی مذہب ومسلک کی تدوین وتجدید امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ذریعہ سے ہوئی، جس کو ''حنفی مسلک'' اور ''فقہ حنفی'' بھی کہا جاتا ہے، جو امام ابواعظم امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے، اور جو کہ تمام فقہی مذاہب ومسالک سے مقدم ہے۔

ابتداءً اس کی نشو ونما کوفہ میں ہوئی، پھر آہستہ آہستہ یہ مسلک عراق کے مختلف شہروں میں پھیلا، اور پھر علمائے عظام اور مفتیانِ کرام اور ان کے تلامذہ کی انتھک محنتوں کی وجہ سے اس مسلک کی اشاعت دنیا کے دور دراز ممالک میں ہوئی، اور تھوڑے ہی عرصہ میں بغداد، شام، مصر، روم، بلخ، بخارا، فارس، ہندوستان، سندھ اور یمن وغیرہ کے اطراف میں پھیل گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نگرانی میں اور رہنمائی میں فقہ حنفی کو ان کے چالیس شاگردوں نے باقاعدہ مدون و مرتب کیا، جن میں خاص طور پر امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ جیسے حضرات شامل ہیں، ان

حضرات نے اپنی تصانیف اور فتاویٰ کے ذریعہ اس فقہ کو دنیا بھر میں پھیلایا، چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے، اس طرح آپ کے بہت سے فیصلے فقہ حنفی میں خصوصی مقام رکھتے تھے، جن کی روشنی میں آج بھی دنیا بھر کے علمائے کرام ومفتیانِ عظام وقت کی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فتاویٰ دیتے اور فیصلے فرماتے ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ کا عراق میں حلقۂ درس ہوا کرتا تھا، جس سے ہزاروں کی تعداد میں خلق اللہ نے فائدہ اُٹھایا، اوراس طرح اس مسلک کی دنیا بھر میں اشاعت ہوئی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جس نہج وطرز پر تدوین فقہ کا کام کیا، یہ آپ کا ایک ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ ہے کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔

چونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ کارنامہ جتنا عظیم الشان تھا اتنا ہی پر خطر اور مشکل تھا، اس لئے انہوں نے اتنے بڑے اور اہم کام کو صرف اپنی ذاتی رائے پر منحصر نہیں سمجھا، بلکہ اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے ایسے چالیس افراد کا انتخاب کیا، جو اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہدین اور محدثین کے شیوخ تھے، اور دیگر علوم لغت، حدیث، تفسیر اور تصوف میں بھی یکتائے زمانہ تسلیم کئے جاچکے تھے۔

چنانچہ فقہ کے باب میں آپ کی مجلس میں امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر جیسے قیاس واجتہاد کے ماہرین موجود تھے، اور حدیث کے باب میں آپ کی مجلس میں یحییٰ، حفص بن غیاث اور حبان جیسے ماہرینِ حدیث شریک رہتے تھے، اوراس کے علاوہ فضیل بن عیاض، داؤد بن نصیر جیسی تقویٰ وورع اور زہد سے منور عظیم الشان ہستیاں موجود تھیں، اور یہ تمام حضرات بیک وقت وہاں موجود رہا کرتے تھے، اس لئے امام صاحب کی مجلس میں فقہ وحدیث کے باب میں غلطی کا امکان بالکل بھی نہ تھا، اور بالفرض اگر کبھی ایسا ہوا بھی ہو، تو یقیناً یہ حضرات اس کو صحیح امر کی طرف لوٹا دیتے ہوں گے۔

نیز اس کے علاوہ امام صاحب رحمہ اللہ خود بھی ان علوم میں اجتہاد کے درجہ پر فائز تھے، اوراس کے علاوہ دیگر علوم میں بھی آپ یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

اس لئے فقہ حنفی کا مخصوص صفات کا حامل ہونا اوراس کی دنیا بھر میں اشاعت کا سبب ان ہی حضرات کی محنتوں اور مشقتوں کا نتیجہ ہے، جس کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج بھی دنیا بھر میں ''حنفی مسلک'' بڑے پیمانے پر رائج ہے۔

﴿بقیہ صفحہ 26 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تذکرۂ اولیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (قسط 20) مولانا محمد ناصر

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے القاب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل مختلف القاب مشہور ہیں۔

صدیق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے، اور آپ کے ساتھ ابوبکر اور عمر اور عثمان تھے، کہ پہاڑ ان حضرات کے ساتھ جنبش کرنے (اور جھولنے) لگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں سے احد کو ٹھوکر لگائی، اور فرمایا کہ:

اثْبُتْ أُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدَانِ (بخاری، رقم الحدیث ۳۶۸۶)

ترجمہ: احد، ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی، اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں (بخاری)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''صدیق'' فرمایا ہے۔

محدثین اور اہلِ علم حضرات نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''صدیق'' کا لقب دیے جانے کی اور بھی وجوہات بیان فرمائی ہیں، جس کی کچھ تفصیل گزشتہ قسطوں میں گزر چکی ہے۔

عتیق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک لقب عتیق بھی ہے، یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَنْتَ عَتِيقُ اللَّهِ مِنَ النَّارِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيقًا (ترمذی، رقم الحدیث ۳۶۷۹، مستدرک حاکم، رقم

الحدیث ۱۱ ۵٦، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹) ل

ترجمہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد کئے ہوئے ہو، اس دن سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق ہو گیا (ترمذی)

اس طرح کا مضمون حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ٢

اور حضرت ابوحفص عمرو بن علی سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَعْرُوقَ الْوَجْهِ، وَإِنَّمَا سُمِّيَ عَتِيقًا لِعَتَاقَةِ وَجْهِهِ، وَكَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُثْمَانَ، وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ عَتِيقًا مِنَ النَّارِ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الرواية ۵)

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہڈیاں نکلے ہوئے چہرے والے اور بلند پیشانی والے تھے، آپ کا نام عبداللہ بن عثمان تھا، اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا ''عتیق'' آگ سے آزادی پانے والا نام رکھا تھا (طبرانی) ٣

ل قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الحَدِيثَ عَنْ مَعْنٍ، وَقَالَ :عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ.

وقال الحاكم: صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه "

وقال الذهبي: على شرط مسلم.

٢ عن عامر بن عبد الله بن الزبير، عن أبيه قال :كان اسم أبي بكر عبد الله بن عثمان، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم " :أنت عتيق الله من النار "فسمي عتيقا (ابن حبان، رقم الحديث ٦٨٦٤)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات (حاشية ابن حبان)

٣ وَعَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ :إِنَّمَا سُمِّيَ أَبُو بَكْرٍ عَتِيقًا ;لِعَتَاقَةِ وَجْهِهِ، وَكَانَ اسْمُهُ :عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُثْمَانَ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٤٢٩٢، كتاب المناقب، باب مناقب أبي بكر الصديق رضي الله عنه)

وعن أبي حفص عمرو بن علي :أنه كان يقول :كان أبو بكر معروق الوجه، وإنما سمي عتيقا لعتاقة وجهه، وكان اسمه :عبد الله بن عثمان، وقد روي :أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -سماه عتيقا من النار. رواه الطبراني، وإسناده جيد حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٤٢٩٣، كتاب المناقب، باب مناقب أبي بكر الصديق رضي الله عنه)

حضرت قاسم سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنهَا عَنِ اسْمِ أَبِی بَکْرٍ، فَقَالَتْ :عَبْدُ اللهِ .فَقُلْتُ: إِنَّهُمْ یَقُولُونَ: عَتِیقٌ، فَقَالَتْ :إِنَّ أَبَا قُحَافَةَ کَانَ لَهُ ثَلَاثَةٌ فَسَمَّى وَاحِدًا عَتِیقًا، وَمُعَیْتِقًا، وَمُعْتَقًا (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الروایة٦)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ (اُن کا نام) عبداللہ تھا، میں نے عرض کیا کہ لوگ تو انہیں عتیق کہتے ہیں، تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ابوقحافہ (یعنی حضرت ابوبکر) کو تین (ناموں) سے پکارا جاتا ہے، ایک "عَتِیقٌ"، دوسرا "مُعَیْتِقٌ" اور تیسرا "مُعْتَقٌ" (طبرانی) [1]

صاحب

اہلِ علم حضرات نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک لقب "صاحب" بھی بیان کیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی ایک آیت میں ہے کہ:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورة التوبة، رقم الآیة٤٠)

ترجمہ: جب وہ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے (سورہ توبہ)

احادیث کی رو سے اہلِ علم حضرات نے مذکورہ آیت میں "صاحب" یعنی ساتھی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد لیے ہیں، گویا کہ قرآن مجید میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] عن القاسم بن محمد قال :سألت عائشة عن اسم أبی بکر، فقالت :عبد الله، فقلت :إنهم یقولون :عتیق؟ فقالت :إن أبا قحافة کان له ثلاثة، فسمی واحدا عتیقا، ومعیتقا، ومعتقا ..
رواه الطبرانی، وفیه قیس بن أبی قیس البخاری، فإن کان ثقة فإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ١٤٢٩٣، کتاب المناقب، باب مناقب أبی بکر الصدیق رضی الله عنه)

[2] عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَأَنَا فِی الغَارِ: لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْهِ لَأَبْصَرَنَا، فَقَالَ :مَا ظَنُّکَ یَا أَبَا بَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اللَّهُ ثَالِثُهُمَا (بخاری، رقم الحدیث ٣٦٥٣)

پیارے بچو! حافظ محمد ریحان

جنات وشیاطین (قسط:3)

جنات کے بسیرے /ٹھکانے

پیارے بچو! جنات اکثر وبیشتر گندی اور ناپاک جگہوں میں بستے ہیں۔ غسل خانے، بیت الخلاء، کوڑے خانے جیسی جگہوں میں رہتے بستے ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک بیت الخلاء (باتھ روم) جنات کے حاضر ہونے کی جگہیں ہیں۔ جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء (باتھ روم) کی طرف آئے تو یہ کہے کہ

”اللھم إنی أعوذ بک من الخبث و الخبائث“

(اے اللہ میں خبیث جنات اور خبیث جنیوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں)

جنات کا انسانی جسموں میں داخل ہونا

جنات کا انسانی جسموں میں داخل ہونے اور نہ ہونے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، بعض کا کہنا ہے کہ جنات انسانی جسموں میں داخل نہیں ہوتے جبکہ بعضوں کا کہنا یہ ہے کہ جنات کے جسم لطیف ہوتے ہیں، جیسے انسان کے جسم میں اور بہت سی مثلاً کھانے پینے کی چیزیں چلی جاتی ہیں، ویسے ہی جنات بھی انسانی جسموں میں داخل ہوجاتے ہیں، اور احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

جنات کے شر ونظر بد سے بچنے اور پناہ کا طریقہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتین (قرآن مجید کی آخری دو سورتیں) نازل ہوگئیں، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو) لے لیا (یعنی پڑھنا شروع کردیا) اور باقی جو کچھ پڑھتے تھے، چھوڑ دیا (رواہ الترمذی وحسنہ ج۴ص۳۹۵)

بزمِ خواتین مولانا طلحہ مدثر

خواتین جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے (قسط10)

قرآن مجید میں سورہ نور میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت میں چند آیات نازل فرمائی ہیں، جن میں اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بظاہر نام مذکور نہیں ہے لیکن ان آیات میں اشارہ انکی طرف ہی ہے کیونکہ یہ آیات ایک خاص واقعہ کے تحت نازل ہوئی ہیں، جن کی تفصیل کتب احادیث کی مستند روایات میں وارد ہوئی ہے، لہٰذا اس واقعہ کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

نبی علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کبھی بھی سفر پر تشریف لے جانا ہوتا تھا تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے جس زوجہ کے نام کا بھی قرعہ نکل آتا تھا وہی آپ کے سفر میں ہمراہ جاتی تھیں، چنانچہ سنہ ٦ھ میں نبی علیہ السلام نے غزوہ بنی المصطلق (جس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں) میں جانے کا ارادہ فرمایا تو نبی علیہ السلام نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق ازواج مطہرات میں قرعہ ڈالا جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا چنانچہ وہ آپ کے ساتھ تشریف لے گئی، اس غزوہ سے فارغ ہوکر واپسی پر نبی علیہ السلام نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا پھر وہاں سے آرام کے بعد قافلے کے روانہ ہونے کا اعلان کروایا (کہ کچھ دیر میں کوچ کیا جائے گا)، تاکہ سب لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہوجائیں اور بعد میں کسی کو پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے تشریف لے گئیں واپسی پر انکو احساس ہوا کہ انکے گلے میں موتیوں کا جو ہار تھا وہ اب موجود نہیں ہے بلکہ وہ کہیں گر گیا ہے چنانچہ وہ اسکو تلاش کرنے کے لئے واپس چلی گئیں اور تلاش کرنے میں کافی وقت لگ گیا، جب انکو ہار ملا اور وہ اپنے مقام پر واپس آئیں تو قافلہ جاچکا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ جب نبی علیہ السلام مجھے نہیں پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کے لئے ضرور کسی نہ کسی کو بھیجیں گے اور اگر میں قافلے کو خود سے تلاش کرنے کے لئے ادھر ادھر جاؤنگی تو گم ہوجاؤنگی جس سے میری تلاش میں آنے والوں کو تکلیف ہوگی لہٰذا وہ اسی جگہ ایک چادر لے کر بیٹھ گئیں تاکہ جب نبی علیہ السلام کسی کو تلاش کرنے کے لئے بھیجیں تو اسے تلاش کرنے میں مشکل نہ ہو، اسی دوران انکی آنکھ لگ گئی۔

حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو قافلے سے پیچھے تھے، جب اس جگہ پہنچے جہاں حضرت عائشہ موجود

تھیں تو انہوں نے دور سے ایک لیٹے ہوئے انسان کا سایہ دیکھا اور قریب آنے پر انہوں نے حضرت عائشہ کو پہچان لیا کیونکہ انہوں نے پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہوا تھا، حضرت صفوان نے یہ ساری صورتحال دیکھ کر اندازہ لگالیا کہ حضرت عائشہ قافلہ سے بچھڑ گئیں ہیں اس لئے انہوں نے''اناللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے پردہ فرمالیا، ان کلمات کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کوئی بھی گفتگو نہیں ہوئی، حضرت صفوان نے اونٹ کو قریب لاکر بٹھا دیا جس پر حضرت عائشہ سوار ہوگئیں اور پھر قافلے میں آکر مل گئیں اور مدینہ پہنچ گئیں، مدینہ پہنچنے کے بعد انکی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی۔

عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سرغنہ تھا اور نبی ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سازش کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا اس نے حضرت عائشہ اور حضرت صفوان کے بارے میں تہمت پھیلانا شروع کردی جس سے کچھ سادہ لوح مسلمان بھی متأثر ہوگئے، جن میں حضرت مسطح، حضرت صفوان اور حضرت حمنہ شامل تھیں، حضرت مسطح تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رشتہ داروں میں سے تھے اور حضرت حسان بن ثابت کی طرح غزوہ بدر کے شرکاء میں سے تھے اور حضرت حمنہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں، اس واقعہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بالکل خبر نہیں تھی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا تھا کہ نبی علیہ السلام کا برتاؤ میرے ساتھ کچھ بدلا ہوا ہے اور وہ توجہ اور انسیت جو پہلے بیماری کی حالت میں ہوتی تھی وہ اب نہیں رہی بس نبی علیہ السلام تشریف لاتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ تم کیسی ہو اور بس اس سے زیادہ کچھ نہیں فرماتے تھے، جس سے انکی طبیعت مزید خراب ہوگئی تھی، لیکن ابھی بھی وہ اصل واقعہ سے لاعلم تھیں، ایک دن وہ حضرت مسطح کی والدہ کے ساتھ باہر تشریف لے گئیں اس وقت قضاء حاجت کا گھروں کے قریب انتظام نہیں ہوتا تھا اور رات کو ہی نکلنا ہوتا تھا، اسی دوران حضرت مسطح کی والدہ کا پاؤں انکے چادر کے کنارہ میں پھنسا تو انکے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ''مسطح خاک آلود ہو'' جس پر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ تم نے بہت نامناسب بات کہی ہے کیا تم اپنے ہی بیٹے کو جس نے غزوہ بدر میں بھی شرکت کی ہے برا بھلا کہہ رہی ہو جس پر انکی والدہ نے کہا کہ میں تو تمہاری وجہ سے ہی اسکو یہ کہہ رہی ہوں اس وقت چونکہ حضرت عائشہ اصل واقعہ سے لاعلم تھیں اس لئے انہوں نے پوچھا کہ میری وجہ سے کیوں ایسا کہہ رہی ہو تب انکی والدہ نے کہا کہ تم بہت سادی ہو اور ساری تفصیل ان کو بتائی اس بات کا سننا تھا کہ حضرت عائشہ

کی بیماری میں اور اضافہ ہو گیا جس کے بعد انہوں نے نبی علیہ السلام سے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی تا کہ اس بات کی تصدیق ہو سکے چنانچہ وہاں جا کر انہوں اپنی والدہ سے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ انکی والدہ نے فرمایا کہ "بیٹی اپنی جان پر اس بوجھ کو کم کرو! کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے محبت کرتا ہو اور اس عورت کی سوتنیں بھی ہوں مگر وہ اس کو ضرور مشکل میں ڈالتی ہیں" اس کے بعد حضرت عائشہ ساری رات روتی رہیں نہ ہی ایک لمحہ کے لئے انکے آنسو رکے اور نہ ہی وہ سو سکیں اگلے دن نبی علیہ السلام نے حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ کو مشورے کے لئے بلایا حضرت زید نے تو نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم آپکے گھر والوں پر کسی قسم کی برائی والی بات نہیں پاتے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے آپ پر عورتوں کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں لیکن آپ گھر کی خادمہ سے تفتیش کر لیں چنانچہ نبی علیہ السلام نے حضرت بریرہ سے پوچھا کہ "کیا تم نے عائشہ کے بارے میں کبھی کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمھیں اسکی طرف سے شک میں ڈالے؟" تو انہوں نے عرض کیا کہ "یا نبی اللہ! میں نے اس میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو انکو میری نظر میں عیب دار بنائے سوائے اس کے کہ وہ ایک نو عمر لڑکی ہے آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکری آ کر وہ آٹا کھا لیتی ہے" یہ سن کر نبی علیہ السلام مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ "اس شخص کے بارے میں میرا عذر کون قبول کرے گا جس نے میرے گھر والوں کے بارے میں مجھے ایذا پہنچائی ہے کیونکہ میں اپنے گھر والوں کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا اور انہوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں ہم سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتے وہ میرے گھر میں صرف اسی وقت داخل ہوتا ہے جب میں اس کے ساتھ ہوں" اسی دوران اوس اور خزرج قبیلوں کے درمیان کچھ تنازعہ ہو گیا جو نبی علیہ السلام کو نا گوار گزرا اور نبی علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے ادھر حضرت عائشہ کی حالت یہی تھی کہ وہ مسلسل رو رہی تھیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سو سکی تھیں انکی اس حالت کو دو راتیں اور ایک دن گذر چکا تھا نبی علیہ السلام انکے گھر تشریف لائے وہاں پر ان کے والدین اور ایک انصاری خاتون بھی تھیں، نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ "اگر تم بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں عنقریب بری کر دیگا اور اگر تم سے واقعی کوئی گناہ ہو گیا ہے تو تم اللہ سے توبہ و استغفار کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے اور اللہ سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اسکی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں" یہ سن کر حضرت عائشہ کے آنسو بالکل تھم گئے جیسے کوئی غم تھا ہی نہیں اور انہوں نے اپنے

والد (حضرت ابوبکر) سے عرض کیا کہ میری طرف سے نبی علیہ السلام کو جواب دیں انہوں نے کہا اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ نبی علیہ السلام کو کیا جواب دوں پھر حضرت عائشہ نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ میری طرف سے آپ جواب دیں انہوں نے بھی یہی کہا کہ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا جواب دوں! اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود سے جواب دیا اس وقت حضرت عائشہ چونکہ کم عمر تھیں زیادہ قرآن مجید وغیرہ نہیں پڑھا کرتی تھیں اس لئے کوئی طویل دلائل دینے کے بجائے صرف اتنی بات کہی کہ "مجھے معلوم ہے کہ تم نے لوگوں سے ایک بات سنی ہے جو کہ تمھارے دلوں میں پختہ ہوگئی ہے اب اگر میں تم سے کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس بات کو قبول نہیں کروگے اور اگر میں تمھارے سامنے کسی گناہ کے کرنے کا اعتراف کروں اور اللہ جانتا ہے کہ ایسا نہیں ہے تو تم فوراً تسلیم کرلوگے، پس میں اپنے اور تمھارے بارے میں صرف وہی مثال پاتی ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نے فرمائی تھی (یعنی)

"فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون"

یہ ساری گفتگو کرکے حضرت عائشہ اپنے بستر پر تشریف لے گئیں انکو اس بات کا اندازہ تھا کہ اللہ تعالی انکی برائت نبی علیہ السلام پر ظاہر فرمادیں گے لیکن انہوں نے یہ تصور بھی نہیں کیا تھا اللہ تعالی انکے بارے میں قرآن کی آیات نازل فرمادیں گے جو قیامت تک تلاوت کی جائیں گی بلکہ انکا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالی خواب میں برائت واضح فرمادیں گے، ابھی گھر کے سارے افراد اسی مجلس میں تھے کہ نبی علیہ السلام پر وہی کیفیت طاری ہوگئی جو وحی نازل ہوتے وقت ہوتی تھی، جب وہ حالت ختم ہوگئی تو نبی علیہ السلام مسکرانے لگے اور سب سے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ "اے عائشہ تمھیں خوشخبری ہو اللہ نے تمھاری برائت نازل فرمادی ہے" یہ سارا واقعہ مختلف کتب احادیث میں مذکور ہے جن میں تھوڑا بہت الفاظ کا فرق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئی تھیں:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ . لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُبِينٌ . لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ . وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ . إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ

بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ . وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ. يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ. وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ. إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ .وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (سورة النور، رقم الآيات ١١ الیٰ ٢٠)

ترجمہ: یقین جانو کہ جولوگ یہ جھوٹی تہمت گھڑ کر لائے ہیں، وہ تمھارے اندر ہی کا ایک ٹولہ ہے، تم اس بات کو اپنے لئے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تمھارے لئے بہتر ہے، ان لوگوں میں سے ہر ایک کے حصے میں اپنے کئے کا گناہ آیا ہے، اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا حصہ اپنے سر لیا ہے، اس کے لئے تو زبردست عذاب ہے (١١) جس وقت تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی، تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ مؤمن مرد بھی اور مؤمن عورتیں بھی اپنے بارے میں نیک گمان رکھتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے (١٢) وہ (بہتان لگانے والے) اس پر چار گواہ کیوں نہیں لے آئے، اب جبکہ وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں (١٣) اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے انکی وجہ سے تم پر سخت عذاب آپڑتا (١٤) جب تم اپنی زبانوں سے اس بات کو ایک دوسرے سے نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کوئی علم نہیں تھا، اور تم اس کو معمولی سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی سنگین بات ہے (١٥) اور جس وقت تم نے یہ بات سنی تھی اسی وقت تم نے یہ کیوں نہیں کہا ''ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم یہ بات منہ سے نکالیں یا اللہ! آپ کی ذات عیب سے پاک ہے یہ تو بڑا زبردست بہتان ہے'' (١٦) اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا، اگر تم مؤمن ہو (١٧) اور اللہ تمھارے سامنے ہدایت کی باتیں صاف صاف بیان کر رہا ہے، اور اللہ علیم اور حکیم ہے (١٨) یاد رکھو کہ جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (١٩) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی اور اللہ نرمی کرنے والا اور بہت مہربان ہے (تو تم پر بھی جلد عذاب آجاتا) (٢٠)

(جاری ہے............)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کی ایک جھلک

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا سے روایت ہے کہ:

خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَسَسْتُ خَزًّا قَطُّ وَلَا حَرِيْرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی، رقم الحدیث ۲۱۰۵)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، مجھے آپ نے کبھی اُف تک نہیں کہا، اور میرے کسی کام کے کرنے کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ آپ نے اس کو کیوں کیا، اور نہ کسی چھوڑی ہوئی چیز کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے اس کو کیوں چھوڑا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے، میں نے ریشم کا موٹا یا باریک کپڑا یا کوئی اور چیز ایسی نہیں چھوئی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی مشک یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبو والا ہو (ترجمہ ختم)

نبی کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت اور آپ کی نافرمانی میں اللہ کی نافرمانی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِىْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِىْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيْرِىْ فَقَدْ أَطَاعَنِىْ وَمَنْ عَصٰى أَمِيْرِىْ فَقَدْ عَصَانِىْ (بخاری، رقم الحديث ٧٢٨٠)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (شرح السنة للبغوى)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہوجائیں (شرح السنۃ)

معلوم ہوا کہ ایمان کے مکمل و نامکمل ہونے کا دارومدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر منحصر ہے، اور مسلمانوں کے حاکم و امیر یا سرپرست کی اطاعت دراصل اللہ اور اس کے رسول کی ہی اطاعت ہے، اور اس سے اعراض اور ہٹ دھرمی فتنہ وفساد کا موجب ہے۔

ہر حال اور ہر وقت میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول کی اتباع کا حکم

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوْا أَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أَخُ مُسْلِمٍ، الْمُسْلِمُوْنَ إِخْوَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ مِنْ مَالِ أَخِيْهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ، وَلَا تَظْلِمُوْا، وَلَا تَرْجِعُوْا مِنْ بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۱۸)

ترجمہ: اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو نگے، ایک کتاب اللہ اور دوسرے سنتِ نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں، اور کسی آدمی کے لئے اس کے بھائی کا مال حلال نہیں، جب تک کہ وہ اپنی خوشدلی سے نہ دے، اور تم میرے بعد کافروں کے طریقے پر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنوں کو مارو (یعنی ایک دوسرے کو قتل کرو) (حاکم)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے طریقہ کی اتباع گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہے، اور اسی میں مسلمانوں کا باہمی اتفاق واتحاد منحصر ہے۔

بروزِ قیامت انسان ان ہی ساتھ ہوگا کہ جن کے ساتھ وہ دنیا میں محبت رکھتا ہوگا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جاءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ -صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ -فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتَی السَّاعَۃُ؟ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَۃِ .قَالَ حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ قَالَ فَإِنَّکَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ .قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِیِّ -صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - فَإِنَّکَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ .قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَأَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُوْ أَنْ أَکُوْنَ مَعَھُمْ وَإِنْ لَّمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِھِمْ.

ترجمہ: ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول قیامت کب واقع ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت، اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسی کے ساتھ ہونگے، جس سے آپ محبت رکھتے ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے بعد ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے زیادہ خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ آپ اس کے ساتھ ہونگے، جس سے محبت رکھیں گے، حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے اور ابوبکر اور عمر سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ (محشور) ہوں گا، اگرچہ میرا عمل ان کے اعمال جیسا نہیں ہے (مسلم، ۲۸۳۲)

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

نکاح کے پیغام یا منگنی کی شرعی حیثیت

سوال

منگنی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا یہ شرعاً ثابت ہے، اور اگر ثابت ہے، تو کس طریقہ سے ثابت ہے؟

جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منگنی یا رشتہ کی حقیقت نکاح کا پیغام دینا یا رشتہ ڈالنا ہے، جس کے بعد دوسرے فریق کی طرف سے یا تو اس پیغام کو قبول کیا جاتا ہے، یا رد کر دیا جاتا ہے، عربی زبان میں اس کو ''خِطبۂ نکاح'' کہا جاتا ہے (جس میں ''خ'' کے نیچے زیر ہے)

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں نکاح کے پیغام یا خِطبہ کا ذکر آیا ہے۔ [1]

اور احادیث میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ تَيْسِيرَ خِطْبَتِهَا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٤٤٧٨) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے سعادت مند (اور بابرکت) ہونے میں یہ بھی داخل ہے کہ اس سے نکاح کا رشتہ آسان ہو (مسند احمد)

نکاح کا رشتہ آسان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت یا اس کے اہلِ خانہ کی طرف سے نکاح کا رشتہ قبول ہونے میں زیادہ رکاوٹ اور حیل وحجت پیش نہ آئے، بلکہ رشتہ کو آسانی اور سہولت کے ساتھ بغیر کسی

---

[1] وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٣٥)

[2] قال شعيب الارنوؤط:

إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

شرط کے قبول کرلیا جائے، اور رشتہ قبول کرنے پر مختلف قسم کی شرائط عائد کرنا اور نکاح کو مشکل بنانا اور منگنی کے عنوان سے مختلف رسوم کرنے کی قید لگانا بابرکت ہونے کی نشانی نہیں۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلَا يَسُومُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيهِ (مسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے بھائی (یعنی مسلمان) کے نکاح کے پیغام پر، نکاح کا پیغام نہ دے، اور اپنے بھائی (یعنی مسلمان) کے (خرید وفروخت کے) بھاؤ پر اپنا بھاؤ نہ کرے (مسلم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيعَ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيهِ، حَتّٰى يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ (صحيح البخاری) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس بات سے کہ کوئی دوسرے کی بیع پر بیع کرے، اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام دے، یہاں تک کہ اس سے پہلے نکاح کا پیغام دینے والا ترک (یا انکار) کردے، یا وہ اس (دوسرے شخص) کو (نکاح کا پیغام دینے کی) اجازت دے دے (بخاری)

---

[1] (إن من يمن المرأة) أى بركتها (تيسير خطبتها) بالكسر أى سهولة سؤال الخاطب أولياء ها نكاحها واجابتهم بسهولة من غير توقف(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٢٥٠٣)

(ان من يمن المرأة) أى بركتها (تيسير خطبتها) بالكسر أى سهولة سؤال الخاطب أولياء ها نكاحها وإجابتهم بسهولة بلا توقف ولا اشتراط(التيسير بشرح الجامع الصغير، للمناوى، ج ١، ص ٣٥٢، حرف الهمزة)

[2] رقم الحديث ١٤٠٨ "٣٨" كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها فى النكاح.

[3] رقم الحديث ٥١٤٢، كتاب النكاح، باب لا يخطب على خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع.

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ نکاح کے پیغام دینے کی حیثیت خرید وفروخت میں بھاؤ تاؤ کی طرح ہے، جس طرح خرید وفروخت سے پہلے عام طور پر بھاؤ تاؤ ہوتا ہے، اوراس کے بعد دونوں فریقوں کی رضامندی کے بعد خرید وفروخت مکمل کی جاتی ہے، اسی طرح نکاح سے پہلے عموماً نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے، پس جب کسی چیز کی خریداری کا ایک شخص سودا کررہا ہو، اور خرید وفروخت کرنے والے دونوں راضی ہوں، اور باقاعدہ عقد کرنا باقی ہو، تو جب تک وہ اس کو ترک نہ کردے، یا اجازت نہ دے دے، اس وقت تک اس چیز کا دوسرے کو سودا کرنا جائز نہیں، اسی طرح جب کسی نکاح کے رشتہ پر دونوں فریق راضی ہوں، لیکن ابھی نکاح نہ ہوا ہو، تو جب تک وہ وہاں نکاح کا ارادہ ترک نہ کردے، یا اجازت نہ دے دے، اس وقت تک دوسرے کو نکاح کا پیغام دینا یا ڈالنا جائز نہیں۔ [2]

---

[1] عن سمرة، "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، نهى أن يخطب الرجل على خطبة أخيه (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٠١١٥)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] (ولا يبيع الرجل على بيع أخيه ولا يخطب على خطبة أخيه) بكسر الخاء وصورته أن يخطب الرجل المرأة فتركن إليه ويتفقا على صداق معلوم ويتراضيا ولم يبق إلا العقد فيجيء آخر ويخطب ويزيد فى الصداق والمعنى فى ذلك الإيذاء وهو خبر بمعنى النهى(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج٤،ص ١٦١،كتاب البيوع،باب لا يبيع على بيع أخيه، ولا يسوم على سوم أخيه، حتى يأذن له أو يترك)

قوله:على خطبة أخيه (نه)هو أن يخطب الرجل المرأة، يقال منه :خطب يخطب خطبة -بالكسر فهو خاطب، فتركن إليه، ويتفقا على صداق معلوم ويتراضيا، ولم يبق إلا العقد، فأما إذا لم يتراضيا ولم يتفقا ولم يركن أحدهما إلى الآخر، فلا منع من خطبتهما وهو خارج عن النهى(شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج٧ص ٢١٤٥،كتاب البيوع،باب المنهى عنها من البيوع)

وأما السوم على سوم أخيه فهو أن يكون قد اتفق مالك السلعة والراغب فيها على البيع ولم يعقداه فيقول الآخر للبائع أنا أشتريه وهذا حرام بعد استقرار الثمن وأما السوم فى السلعة التى تباع فيمن يزيد فليس بحرام(شرح صحيح مسلم ،للنووى، ج١٠ ص١٥٨ ،كتاب البيوع،باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه وسومه على سومه)

ففى الجملة الأولى إرشاد للبائع، وفى الثانية للمشترى، نحو :إن كان رجلان يساومان، فدخل بينهما ثالث، فقال :لا تشتر منه، بل أنا أبيع منك، فهذا إضرار لبائع .وإن قال الثالث للبائع :لا تبعه منه، بل بعه منى، فهذا إضرار للمشترى، فنهاهما أن يضار أحدهما الآخر(فيض البارى على صحيح البخارى، ج٣ص ٤٤٢، ٤٤٣،كتاب البيوع،باب لا يبيع على بيع أخيه، ولا يسوم على سوم أخيه، حتى يأذن له أو يترك)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ خِطْبَةَ اِمْرَأَةٍ بَعَثَ أُمَّ سُلَيْمٍ تَنْظُرُ إِلَيْهَا (المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عورت کو اپنے خِطبہ (یعنی نکاح کا پیغام) دینا چاہتے تھے، تو حضرت (انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ) اُمِ سُلیم کو اس عورت کو دیکھنے کے لئے بھیجتے تھے (طبرانی، احمد، حاکم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت نکاح کا پیغام دینے یا نکاح کا رشتہ بھیجنے کے لئے کسی عورت کو بھیجنا اور اس سے لڑکی کو دکھوانا جائز ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۱۹۵، مسنداحمد، رقم الحدیث ۱۳۴۲۴، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۶۹۹.
قال الحاکم:
هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخیص:
على شرط مسلم.
وقال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن(حاشية مسند احمد)
وقال الهيثمی:
رواه أحمد، والبزار، ورجال أحمد ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۴۵۴، باب الإرسال فی الخطبة والنظر)

[2] اور موجودہ دور کے بعض علماء نے جو عورت کے ذریعہ نکاح کے پیغام دینے کے جائز ہونے کا انکار کیا ہے، وہ بظاہر خطاء اور نصوص سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

إرسال من ينظر المخطوبة:
اتفق الفقهاء على أن للخاطب أن يرسل امرأة لتنظر المخطوبة ثم تصفها له ولو بما لا يحل له نظره من غير الوجه والكفين فيستفيد بالبعث ما لا يستفيد بنظره، وهذا لمزيد الحاجة إليه مستثنى من حرمة وصف امرأة لرجل، وقد روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أرسل أم سليم تنظر إلى جارية فقال :شمي عوارضها وانظرى إلى عرقوبها .
والحنفية والشافعية يرون أن من يرسل للنظر يمكن أن يكون امرأة أو نحوها ممن يحل له نظرها رجلا كان أو امرأة كأخيها، أو مسموح يباح له النظر.
ويرى المالكية أن للخاطب أن يرسل رجلا .قال الحطاب :والظاهر جواز النظر إلى المخطوبة على حسب ما للخاطب، وينزل منزلته ما لم يخف مفسدة من النظر إليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص۲۰۱، مادة " خطبة")

حضرت ابوحمید یا ابوحمیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمْ امْرَأَةً، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَيْهَا إِذَا كَانَ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا لِخِطْبَةٍ ، وَإِنْ كَانَتْ لَا تَعْلَمُ

(مسنداحمد،رقم الحديث ۲۳۶۰۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے پاس خِطبہ (یعنی نکاح کا پیغام) بھیجے، تو اس عورت کو دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ وہ نکاح کا پیغام دینے کی غرض سے ہی اس کو دیکھے (محض شہوت پرستی اور حیلہ نہ ہو) اگرچہ اس عورت کو پتہ نہ چلے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ کسی لڑکی یا عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو، تو رشتہ ڈالنے یا نکاح کا پیغام بھیجنے سے پہلے اس کو خود دیکھ لینا یا کسی کے ذریعہ سے دکھوالینا جائز ہے، اور دیکھنے یا دکھوانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس لڑکی یا عورت کو بتائے، یا اس پر اس کا اظہار کرے، کہ یہ اسے دیکھ رہا ہے، یا اس بات کا علم ہو کہ یہ اس کو نکاح کا پیغام دینا چاہتا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] پھر لڑکی کو دیکھنے کا عمل نکاح کے پیغام سے پہلے مناسب ہے، تاکہ نکاح کے پیغام کے بعد لڑکی کو دیکھ کر مسترد کرنے سے لڑکی یا اس کے اہلِ خانہ کو تکلیف وایذاء نہ پہنچے۔

(إذا خطب أحدكم) أى أراد أن يخطب بدليل قوله فى الخبر المار إذا ألقى الله فى قلب امرء (المرأة) حرة أو أمة (فلا جناح) أى لا إثم ولا حرج (عليه) فى (أن ينظر إليها) أى إلى وجهها و كفيها لا إلى غير ذلك لأن ذلك يدل على ما يريده منها فلا حاجة لما عداه وإنما يكون الجناح عنه مرفوعا (إذا كان إنما ينظر إليها لخطبته) أى إذا كان محض قصده لذلك بخلاف ما إذا كان قصده برؤيتها لا يتزوجها بل ليعلم هل هى جميلة أم لا مثلا وجعل الخطبة وسيلة إلى ذلك فعليه الإثم فالمأذون فيه النظر بشرط قصد النكاح إن أعجبته وحينئذ ينظر إليها (وإن كانت لا تعلم) أى وإن كانت غير عالمة بأنه ينظر إليها كأن يطلع عليها من كوة وهى غافلة أو المراد لا تعلم أنه يريد خطبتها وفيه رد على من كره استغفالها كمالك وإبطال لمن اشترط إذنها وعلم مما تقرر من أن معنى خطب أراد أنه لا يندب النظر بعد الخطبة لأنه قد يعرض فتتأذى هى أو أهلها لكنه مع ذلك سائغ لأن فيه مصلحة أيضا فما زعمه بعضهم من حرمته تمسكا بأن إذن الشرع لم يقع إلا فيما قبل الخطبة ممنوع >تنبيه <الخطبة بكسر الخاء ما يفعله الخاطب من الطلب والاستلطاف والاستعطاف قولا وفعلا فقيل هى من الخطب أى الشأن الذى له خطر لأنها شأن من الشؤون ونوع من الخطوب وقيل هو من الخطاب لأنها نوع مخاطبة تجرى بين جانب الرجل والمرأة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۷۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى مَا يَدْعُوْهُ إِلٰى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ، قَالَ: فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتّٰى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِيْ إِلٰى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو خِطبہ (یعنی نکاح کا پیغام) دے، تو اگر اس چیز کی استطاعت (وقدرت) ہو کہ وہ اس چیز کو دیکھ لے، جو چیز کہ اس عورت سے نکاح کی داعی (ورغبت کا باعث) بنے (مثلاً چہرہ یا اخلاق ودینداری) تو اسے ایسا کر لینا چاہئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو خِطبہ (یعنی نکاح کا پیغام) دیا، اور میں نے اس کو چھپ کر دیکھ لیا، یہاں تک کہ میں نے اس میں وہ چیز دیکھ لی، جو اس لڑکی سے نکاح وازدواجیت کی داعی (ورغبت کا باعث) بنی تھی (یعنی اس عورت کی خوبصورتی وغیرہ) پھر میں نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ نکاح کے پیغام یا رشتہ کے وقت عورت کو دیکھ لینا جائز ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح

---

[1] رقم الحديث ٢٠٨٢، كتاب النكاح، باب فی الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد تزويجها، مستدرك حاكم، رقم الحديث ٢٦٩٦.

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه، وإنما أخرج مسلم فی هذا الباب حديث يزيد بن كيسان، عن أبی حازم مختصرا.

و قال الذهبی فی التلخيص:

على شرط مسلم.

وقال شعيب الارنؤوط:

مرفوعه صحيح، وهذا حديث حسن (حاشية سنن ابی داوُد)

وقال ابن حجر:

وسنده حسن وله شاهد من حديث محمد بن مسلمة وصححه ابن حبان والحاكم وأخرجه أحمد وبن ماجه ومن حديث أبی حميد أخرجه أحمد والبزار (فتح الباری لابن حجر، ج9ص 181، قوله باب النظر إلى المرأة قبل التزويج)

کا پیغام یا رشتہ ڈالنا جائز ہے، جس کے بعد یا نکاح پر رضا مندی کا اظہار ہوتا ہے یا انکار ہوتا ہے۔ [1]

پھر نکاح کے پیغام یا رشتہ و منگنی کو لمبا چوڑا اور مشکل بنانے اور اس عنوان سے مختلف قسم کے پروگرام وتقریبات منعقد کرنے اور انجام دینے کے بجائے یہ ترغیب دی گئی ہے کہ اگر ایسے فرد کے نکاح کا پیغام میسر آجائے، جس کی دینداری اور اخلاق پسند ہوں، تو پھر نکاح کرنے میں لیت ولعل اور تاخیر سے کام نہیں لینا چاہئے، اور نہ ہی انکار کرنا چاہئے، ورنہ اس کے نتیجہ میں زمین میں اچھا خاصا فتنہ وفساد پیدا ہوجائے گا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَزَوِّجُوْهُ، إِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (یا اس کا رشتہ) آجائے، جس کے اخلاق اور دِین (یعنی دینداری) کو تم پسند کرتے ہو، تو تم اس سے نکاح

---

[1] قوله:(إلى ما يدعوه إلى نكاحها) قد مر أن الداعي إلى النكاح إما المال أو الحسب أو الجمال أو الدين، فمن غرضه الجمال فليتحر في النظر إلى ما قصده بأن ينظر إليها بنفسه، أو أن يبعث من ينعتها له، هذا معنى الاستطاعة، وفيه إن لم يكن غرضه الجمال لا يفتقر إلى رؤيتها .ويمكن أن يحمل الداعي على كسر الشهوة وغض البصر من غير المحارم، فحينئذ يكون الجمال مطلوبا إذ به يحصل التحصين، والطبع لا يكتفي بالذميمة غالبا، كيف والغالب أن حسن الخلق والخلق لا يفترقان؟ وأن ما روى أن المرأة لا تنكح لجمالها، ليس زجرا عن رعاية الجمال، بل هو زجر عن النكاح لأجل الجمال المحض مع الفساد في الدين(شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، ج٧ص ٢٢٧١، كتاب النكاح،باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات،الفصل الثاني)

نظر الخاطب إلى المخطوبة:

ذهب الفقهاء إلى أن من أراد نكاح امرأة فله أن ينظر إليها، قال ابن قدامة :لا نعلم بين أهل العلم خلافا في إباحة النظر إلى المرأة لمن أراد نكاحها، وقد روى جابر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل .

قال :فخطبت امرأة فكنت أتخبأ لها حتى رأيت منها ما دعاني إلى نكاحها فتزوجتها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩، ص١٩٧، مادة "خطبة")

[2] رقم الحديث١٩٦٧، كتاب النكاح، باب الأكفاء .

قال شعيب الارنوؤط:

حسن لغيره(حاشية سنن ابنِ ماجه)

کردو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور اچھا خاصا فساد پیدا ہو جائے گا (ابنِ ماجہ)

حضرت ابوحاتم مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَاءَ کُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَہٗ وَخُلُقَہٗ فَأَنْکِحُوْہُ، إِلَّا تَفْعَلُوْا تَکُنْ فِتْنَةٌ فِی الْأَرْضِ وَفَسَادٌ، قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَإِنْ کَانَ فِیْہِ؟ قَالَ: إِذَا جَاءَ کُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَہٗ وَخُلُقَہٗ فَأَنْکِحُوْہُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (یا اس کا رشتہ) آجائے، جس کے دین (یعنی دینداری) اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو تم اس سے نکاح کردو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد پیدا ہو جائے گا، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگرچہ اس میں کوئی اور بات (مثلاً مال کی کمی وغیرہ) ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (یا اس کا رشتہ) آئے، جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو تم اس سے نکاح کردو، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی (ترمذی)

معلوم ہوا کہ دینداری واخلاق کے اعتبار سے پسندیدہ رشتہ آجانے پر بلا معقول عذر کے نکاح سے انکار یا تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

بہرحال متعدد احادیث سے نکاح سے پہلے، نکاح کا پیغام دینے یا رشتہ مانگنے کا ثبوت ملتا ہے، جس کو عربی زبان میں ''خِطبہ'' اور اردو زبان میں ''منگنی'' کہا جاتا ہے، جو کہ نکاح کا مقدمہ یا نکاح کا وسیلہ وذریعہ ہوتا ہے کہ اس کے بغیر دوسرے فریق کی طرف سے نکاح پر رضامندی یا عدمِ رضامندی کا پتہ نہیں چلتا، مگر اس پر نکاح کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۸۵، ابواب النکاح، باب ما جاء إذا جاء کم من ترضون دینہ فزوجوہ.
قال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب.

[2] الخطبة -بکسر الخاء -مصدر خطب، یقال: خطب المرأة خطبة وخطبا، واختطبها، إذا طلب أن یتزوجها، واختطب القوم فلانا إذا دعوہ إلی تزویج صاحبتهم ولا یخرج المعنی الاصطلاحی عن المعنی اللغوی.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ''خِطبہ'' یا ''منگنی'' ورشتہ، نکاح کے لئے شرط نہیں ہے، اگر اس کے بغیر بھی نکاح کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے نکاح کیا جائے، تو نکاح صحیح ہوجاتا ہے، مثلاً کوئی شخص گواہوں کی موجودگی میں یہ کہے کہ میں فلاں عورت سے نکاح کرتا ہوں اور دوسرا متعلقہ فریق اس کو قبول کرلے تو بھی نکاح منعقد ہوجائے گا۔

اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک ''خِطبہ'' یا ''منگنی'' یعنی رشتہ فی نفسہ مباح اور جائز فعل ہے، اور بعض فقہاء کے نزدیک مستحب عمل ہے، جب تک اس میں کوئی بے اعتدالی اختیار نہ کی جائے۔ [1]

اور اکثر فقہائے کرام کے نزدیک نکاح کے ''خِطبہ'' یا ''منگنی'' یعنی رشتہ کرنے کی تشہیر کرنا مستحب ہے، جب کہ مالکیہ کے نزدیک اس میں اِخفاء کرنا یعنی اس کام کو خفیہ رکھنا مستحب ہے۔

لیکن اس پر اتفاق ہے کہ اگر نکاح کا رشتہ اور وعدہ خاموشی سے دوسرے لوگوں کو اطلاع دیئے بغیر کرلیا جائے، تو بھی گناہ نہیں، مگر تشہیر میں بے اعتدالی اور اسراف جائز نہیں۔ [2]

اور رشتہ یا منگنی سے پہلے رشتہ ڈالنے والے یا اس کے نائب کو برکت کے طور پر نکاح کا خطبہ پڑھنا بھی مستحب ہے، ضروری نہیں۔ [3]

لیکن چونکہ رشتہ یا منگنی کی حیثیت نکاح کی نہیں ہے، بلکہ وعدہ کی ہے، اس لیے نکاح کا رشتہ یا منگنی ہونے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الألفاظ ذات الصلة:

النكاح:النكاح مصدر نكح، يقال :نكح فلان امرأة ينكحها إذا تزوجها، ونكحها ينكحها :وطئها أيضا .

واصطلاحا :عقد يفيد ملك المتعة قصدا، بين رجل وامرأة من غير مانع شرعي والخطبة مقدمة للنكاح، ولا يترتب عليها ما يترتب على النكاح(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹،ص۱۹۰ ،مادة " خطبة")

[1] الخطبة فى الغالب وسيلة للنكاح، إذ لا يخلو عنها فى معظم الصور، وليست شرطا لصحة النكاح فلو تم بدونها كان صحيحا، وحكمها الإباحة عند الجمهور.

والمعتمد عند الشافعية أن الخطبة مستحبة لفعله صلى الله عليه وسلم حيث خطب عائشة بنت أبى بكر، وخطب حفصة بنت عمر رضى الله عنهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص۱۹۰، مادة " خطبة ")

[2] ذهب المالكية إلى أنه يندب إخفاء الخطبة خلافا لعقد النكاح فيندب -عندهم وعند بقية الفقهاء - إعلانه لقول النبى صلى الله عليه وسلم :أعلنوا هذا النكاح(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۹، ص۱۹۵، مادة " خطبة ")

[3] الخطبة قبل الخطبة :يندب للخاطب أو نائبه تقديم خطبة قبل الخطبة لخبر :كل أمر ذى بال لا يبدأ فيه بحمد الله فهو أقطع أى عن البركة، فيبدأ بالحمد والثناء على الله تعالى، ثم بالصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يوصى بالتقوى، ثم يقول :جئتكم خاطبا كريمتكم، وإن كان وكيلا قال :جاء كم موكلى خاطبا كريمتكم أو فتاتكم، ويخطب الولى أو نائبه كذلك ثم يقول :لست بمرغوب عنك أو نحوه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے بعد حتی الامکان اس وعدہ کو پورا کرنا چاہئے، اور اگر کوئی اس سے انحراف کرے یا کسی وجہ سے دونوں فریق باہمی رضامندی سے اس رشتہ کو توڑنا اور ختم کرنا چاہیں، تو لڑکی کا کسی اور جگہ نکاح کرنے کے لئے لڑکے سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں ہوگی، اور نہ ہی منگنی توڑنے کے بعد لڑکی کو عدت گزارنے کی ضرورت ہوگی۔ [1]

خلاصہ یہ کہ نکاح سے پہلے نکاح کا خطبہ یا پیغام دینا یا رشتہ مانگنا یا رشتہ ڈالنا اور آج کل کی مروَّجہ زبان کے مطابق منگنی جائز ہے، اور منگنی کا لفظ مانگنے سے نکلا ہے، جس کا مطلب نکاح کو طلب کرنا اور مانگنا ہے۔

لہٰذا جب کسی سے نکاح کا رشتہ مانگا گیا اور وہ مانگ پوری ہوگئی تو منگنی ہوگئی۔

پس اس کی جو حیثیت اور جو درجہ ہے، اس کو اسی پر رکھنا چاہئے، اور اس کو اس کے درجہ سے بڑھانا نہیں چاہئے۔

مگر آج کل عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ منگنی یا رشتہ کو ایک بھاری اور مشکل کام بنالیا گیا ہے، اور منگنی کے عنوان سے بڑے بڑے بلکہ کئی کئی پروگراموں اور تقریبوں کا منعقد کرنا، طرفین سے مختلف اشیاء کا لین دین کرنا، موسیقی، بے پردگی، مال کی اضاعت اور نہ جانے کیا کیا فضول رسمیں جمع کرلی گئی ہیں، اور ان کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وتبرک الأئمة بما جاء عن ابن مسعود رضی الله تعالى عنه أن النبی صلى الله علیه وسلم علمنا خطبة الحاجة :إن الحمد لله، نحمده ونستعینه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسیئات أعمالنا، من یهده الله فلا مضل له ومن یضلل فلا هادی له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شریک له وأن محمدا عبده ورسوله :(یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون) (یا أیها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة) إلى قوله :(رقیبا) (یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا) إلى قوله (عظیما) ، وکان القفال یقول بعدها :أما بعد، فإن الأمور کلها بید الله، یقضی فیها ما یشاء ، ویحکم ما یرید، لا مؤخر لما قدم ولا مقدم لما أخر، ولا یجتمع اثنان ولا یتفرقان إلا بقضاء وقدر وکتاب قد سبق، وإن مما قضى الله تعالى وقدر أن خطب فلان بن فلان فلانة بنت فلان . .أقول قولی هذا وأستغفر الله لی ولکم أجمعین (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۹، ص۲۰۲،مادة " خطبة ")

[1] سادسا :الرجوع عن الخطبة: ذهب الشافعیة والحنابلة إلى أن الخطبة لیست بعقد شرعی بل هی وعد، وإن تخیل کونها عقدا فلیس بلازم بل جائز من الجانبین، ولا یکره للولی الرجوع عن الإجابة إذا رأى المصلحة للمخطوبة فی ذلک؛ لأن الحق لها وهو نائب عنها فی النظر لها، فلا یکره له الرجوع الذی رأى المصلحة فیه، کما لو ساوم فی بیع دارها ثم تبین له المصلحة فی ترکها، ولا یکره لها أیضا الرجوع إذا کرهت الخاطب؛ لأن النکاح عقد عمری یدوم الضرر فیه، فکان لها الاحتیاط لنفسها والنظر فی حظها، وإن رجعا عن ذلک لغیر غرض کره لما فیه من إخلاف الوعد والرجوع عن القول، ولم یحرم لأن الحق بعد لم یلزمهما، کمن سام سلعة ثم بدا له ألا یبیعها.

وقال المالکیة .یکره لمن رکنت له امرأة وانقطع عنها الخطاب لرکونها إلیه أن یترکها(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۹، ص۲۰۳،مادة " خطبة ")

وجہ سے عام طور پر منگنی کی رسم معاشرہ کے لئے ایک عذاب بن کر رہ گئی ہے۔

حالانکہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ منگنی کی حقیقت صرف نکاح کا رشتہ مانگنا ہے، جس کے بعد یا تو رشتہ قبول کرلیا جاتا ہے، یا رَد کردیا جاتا ہے، اگر قبول کرلیا جائے تو وہ صرف ایک وعدہ ہے، اور اس کے بعد کوئی معقول عذر نہ ہو، تو اسی وقت نکاح کرنا بھی جائز ہے، اور بلا معقول عذر کے اس کو طول دینا اور لمبی چوڑی تاریخیں رکھنا یا تاریخوں پر تاریخیں ڈالتے جانا درست نہیں، اور نکاح کے بعد رخصتی بھی فوراً جائز ہے۔

اور احادیث کی رو سے خیروبرکت والا اور بہترین نکاح جس کو قرار دیا گیا ہے، اور سعادت مند عورت کی جو علامات ونشانیاں بتلائی گئی ہیں، ان میں نکاح کے خطبہ یا منگنی ورشتہ کا آسان ہونا بھی ہے۔

لہٰذا اس عمل کو مشکل بنا کر نکاح کی خیروبرکت کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے اور حتی الامکان آسانی وسہولت اور سادگی کے ساتھ اس عمل کو انجام دے کر خیروبرکات کو حاصل کرنا چاہیئے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان 29/ذوالقعدۃ/1436ھ 14/ستمبر/2015ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

کیا آپ جانتے ہیں؟ ادارہ

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

جانوروں کے آداب

(1)...... کوئی جانور اپنی بھوک پیاس اور تکلیف اور دوسری ضروریات کا انسان کے سامنے اپنی زبان سے اظہار نہیں کر پاتا، اس لئے جانور انسانوں کے مقابلہ میں زیادہ رحم اور توجہ کے مستحق ہیں، کہ انسان خود سے ان کی راحت وآرام کا خیال رکھے، اور ان کے دکھ درد اور تکلیف سے حفاظت کا اہتمام کرے۔

انسانوں کی حق تلفی کی تو ان سے معافی کا حاصل کرنا ممکن ہے، لیکن جانوروں سے ممکن نہیں۔

(2)...... انسانوں کی طرف سے جانوروں کو تکلیف پہنچانا، اور ان کے حقوق کی خلاف ورزی کرنا، مثلاً غیر موذی جانور کو قتل کرنا، بے جا مارنا، پیٹنا اور دکھ پہنچانا، اپنی تحویل میں موجود جانور کے دانہ پانی کا مناسب انتظام نہ کرنا، اور اس سے طاقت سے زیادہ کام لینا، بہت بڑا جرم اور گناہ ہے، اور بے زبان جانور سے اس کی معافی، تلافی ممکن نہیں۔

(3)...... غیر موذی اور خاص کر اپنی ضروریات میں کام آنے والے جانور پر رحم کرنے اور بھوکے پیاسے جانور کو کھلانے پلانے کا بہت بڑا اجر وثواب ہے، اور اگر جانور کو براہِ راست کھلایا پلایا نہ جائے اور نہ ہی اس کو کھلانے پلانے کا ارادہ کیا جائے، بلکہ کوئی شخص کسی ضرورت سے درخت لگائے یا کھیتی کرے، اور پھر اس میں سے کوئی جانور چرند پرند کھالے، اور وہ جانور اپنی تحویل اور ملکیت میں بھی نہ ہو، بلکہ آزاد ہو، تو احادیث کی رُو سے اس کا بھی درخت لگانے اور کھیتی کرنے والے کو عظیم اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔

بلکہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے پھل دار درخت نہیں لگایا، بلکہ کوئی ایسا درخت لگا دیا، جس کے پتے اور شاخوں وغیرہ کو چارے کے طور پر بعض جانور کھاتے ہیں، یا کوئی پھول دار درخت یا پودا لگا دیا، جس سے کیڑے مکوڑے اور شہد کی مکھیاں وغیرہ غذا حاصل کرتی ہیں (شہد کی مکھیاں اسی طرح کے پھل اور پھولوں سے رس حاصل کر کے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں، اور شہد بھی تیار کرتی ہیں جو بعد میں غذاؤں اور دواؤں کے کام آتا ہے)

یا اس سے بھی کم درجہ کا کوئی اور گھاس پھونس اُگا دیا، جو بعض جانوروں (مثلاً گدھے، گھوڑوں، تتلی، وغیرہ) کے چارے کے کام آتا ہے، تو یہ بھی انسان کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔

(4)...... احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے جانوروں کی برکت سے انسانوں کو رزق دیا جاتا ہے، اور انسانوں کی مدد کی جاتی ہے، چنانچہ جانوروں کی وجہ سے آسمان سے بارش نازل کی جاتی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے جانور درحقیقت انسانوں کے لئے رحمت کا ذریعہ ہیں۔

(5)...... جو جانور اپنے کام میں استعمال ہوتے ہوں، یا ان کو کسی جائز غرض سے اپنے پاس رکھا ہو، ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے، گرمی سردی، دھوپ چھاؤں، آب وہوا، روشنی اور آرام وراحت کے حقوق اور تقاضوں کا ہر طرح سے خیال رکھنا چاہئے، اور ان کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہئے، اور ان کی برداشت سے زیادہ ان سے کام نہیں لینا چاہئے، اور ان کو معمولی معمولی باتوں پر مارنے پیٹنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

جانور کو کھلانے پلانے میں کوتاہی کرنا اور اس کو ایک جگہ اس طرح باندھ جوڑ کر رکھنا، جس سے وہ اپنے اعضاء کو نقل وحرکت نہ دے سکے، اور نہ آگے پیچھے کہیں جا کر گھاس اور چارہ پانی کی ضرورت پوری کر سکے، یہ سخت گناہ ہے۔

آج کل بہت سے لوگ جانور کو بھوکا، پیاسا رکھ کر یا معمولی چارے پر ٹرخا کر اس طرح باندھ جوڑ کر چھوڑ دیتے ہیں، جس سے وہ بے چارہ غریب نہ ہل پاتا اور نہ ہی اپنے پاؤں اور دیگر اعضاء کو نقل وحرکت دے کر راحت حاصل کر پاتا، اور نہ اپنی بھوک پیاس کی چارہ جوئی کر پاتا، جیسا کہ بعض جگہ گھوڑے وغیرہ کو آگے پیچھے سے اس طرح باندھ دیتے ہیں، یہ سخت ظلم اور گناہ کی بات ہے۔

(6)...... جانور سے کام اعتدال کے ساتھ لینا چاہئے، اور محنت کے حساب سے اس کی خوراک کی کمیت وکیفیت کا لحاظ کرنا چاہئے، کہ اس کو کتنی اور کس طرح کی غذاء کی ضرورت ہے۔

مگر آج بہت سے جانوروں سے صبح سے شام تک نہ صرف یہ کہ مسلسل کام لیا جاتا ہے، اور انہیں آرام نہیں دیا جاتا، بلکہ جانور کے تھک کر چور ہونے کے باوجود جب کسی جانور سے سستی ظاہر ہوتی ہے، اور اس کو تھکن کا احساس اور کچھ آرام کا تقاضا ہوتا ہے، تو بے دردی وبے رحمی کے ساتھ اس جانور کی پٹائی کی جاتی ہے، اس کو چابک، ہنٹر اور چوکے سے مارا جاتا ہے، نہ جانور کی بھوک کا لحاظ کیا جاتا اور نہ ہی پیاس کا، اور نہ ہی جسم کے اکڑنے اور دکھنے کا۔

گھوڑے تانگے، بیل گاڑی اور کھوتے ریڑھی والے، اکثر اس سلسلہ میں غفلت اختیار کرتے ہیں، بعض اوقات اتنا زیادہ وزن جانور کے اوپر لاد دیتے ہیں، کہ غریب جانور کی ہڈی پسلی ایک ہوکر رہ جاتی ہے، اور جب یہ بوجھ جانور سے لے کر چلنا مشکل ہوتا ہے، تو اوپر سے ڈنڈے بھی برسائے جاتے ہیں۔

جو لوگ جانوروں کے ذریعہ سے سواری اور بوجھ وغیرہ اٹھانے کا کام لیتے ہیں، یا مختلف کھیتی باڑی کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں، وہ اپنی مرضی ومنشاء کے خلاف کام کرنے اور جانور کی طرف سے کچھ سستی محسوس ہونے پر موٹے موٹے ڈنڈوں سے جانوروں کی پٹائی کر کے ان کو شدید تکلیف واذیت میں مبتلا کرتے اور ان کو دکھ پہنچاتے ہیں، خواہ وہ جانور بے چارہ مریض وبیمار ہو یا کمزور اور کسی دکھ ودرد میں مبتلا ہو، مگر مارنے والے ظالموں کو اس کی پروا نہیں ہوتی۔

ان بے رحم اور ظالم لوگوں کو اللہ کا خوف کرنا چاہئے، اور معصوم وبے زبان جانوروں کی خاموش آہ وبکا اور بددعاء کے وبال اور آخرت کے مؤاخذہ سے ڈرنا چاہئے، جو کسی بھی شکل میں ظاہر ہوسکتی ہے، اور جان، مال یا بیوی بچوں پر بھی پڑسکتی ہے، اللہ حفاظت فرمائے۔

(7)...... شریعت کی رُو سے بلاضرورت جانور کو قتل کرنا، مارنا پیٹنا یہاں تک کہ ڈرانا اور دھمکانا منع اور گناہ ہے، البتہ جانور کی تادیب وتربیت اور اس کو سدھارنے کی غرض سے بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت اعتدال کے درجہ میں رہتے ہوئے تنبیہ کرنے اور مار پیٹ کرنے کی اجازت ہے، لیکن اس صورت میں بھی جانور کو بے تحاشا یا سخت طریقہ پر یا جانور کے منہ پر مارنے کی اجازت نہیں، چہرہ تمام اعضاء میں اشرف عضو ہے، اور آنکھ، ناک، زبان، اور کان جیسے اہم اور نازک اعضاء بھی اس عضو کے ساتھ وابستہ ہیں۔

(8)...... اگر کسی بیماری کے علاج کے لئے داغ کی ضرورت ہو، تو اس کی بقدرِ ضرورت اجازت ہے، اسی طرح جانور کی نشانی وعلامت کے لئے بھی بقدرِ ضرورت نشانی وعلامت اس کے جسم پر لگانے کی اجازت ہے، مگر یہ ضرورت چہرے کے علاوہ دوسرے حصہ سے بھی پوری ہوسکتی ہے، اس لئے حتی الامکان چہرے پر داغ دینے اور نشانی لگانے سے بچنا چاہئے، کیونکہ احادیث میں چہرہ پر داغ دینے اور جانور کی شکل بگاڑنے کی ممانعت آئی ہے۔

(9)...... احادیث میں جانور پر سوار ہوتے وقت جانور کی پیٹھ کے درمیان میں بیٹھنے، اور اسی طرح

جانور پر وزن بھی اس کی پیٹھ کے درمیان میں رکھنے کا حکم آیا ہے، کیونکہ آگے ہونے کی صورت میں جانور کے اگلے دو پاؤں نیچے کو لٹک جاتے یعنی بوجھل ہو جاتے ہیں، اور پچھلے دو پاؤں بندھ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کو بوجھ لے کر چلنا مشکل ہوتا ہے۔

(10)...... جانور کو بے جا تکلیف پہنچانا، اور اس کی طاقت وحیثیت سے زیادہ کام لینا، اور اس پر اس کے تحمل سے زیادہ وزن ڈالنا اور بوجھ لادنا، یہاں تک کہ اسے طاقت سے زیادہ تیز چلنے یا زیادہ دور چلنے پر مجبور کرنا، یہ سب اسلام کی نظر میں سخت گناہ کی باتیں، اور باعثِ لعنت حرکات ہیں۔

(11)...... احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں پر سفر کرتے اور بوجھ لے جاتے وقت راستے میں ضرورت کے مطابق جانوروں کو آرام دینا چاہئے، وقفہ کے وقت ان کے اوپر سے بوجھ اتار دینا چاہئے اور غیر ضروری زین اور رسی وغیرہ کھول دینی چاہئے، اور راستے میں اگر چارہ میسر ہو، تو وہ چارہ جانوروں کو کھلانا پلانا چاہئے، بلکہ جس طرح انسان اپنے سفر کے لئے کھانے پینے کی ضروری ومناسب اشیاء ساتھ رکھتا ہے، اسی طرح جانور کے لئے بھی اس کے چارے اور خوراک کا انتظام رکھنا چاہئے، اور جانور پر ضرورت سے زیادہ بوجھ اور وزن نہیں ڈالنا چاہئے۔

مگر افسوس کہ آج شریعت کی ان مقدس ہدایات پر عام طور سے عمل نہیں، جو جانور گاڑی میں چلائے جاتے ہیں، ان کو گاڑی میں جوڑ کر چھوڑ دیا جاتا ہے، اور پھر بعض اوقات بھاری بھر کم وزن بھی ان کے اوپر لدا ہوتا ہے، اور اسی طرح گھنٹوں گھنٹوں کا مسلسل سفر طے کیا جاتا ہے اور راستہ میں ٹھہرنے کی حالت میں بھی نہ تو ان کا وزن ہلکا کیا جاتا، اور نہ ہی ان کے دانہ پانی کا خیال کیا جاتا۔

بے چارے بے زبان اور معصوم ومظلوم جانوروں کی کھڑے کھڑے ٹانگیں اکڑ جاتی ہیں، سارا جسم تھک کر اور دکھ کر چُور چُور ہو جاتا ہے، گھنٹوں نہیں بلکہ پورا پورا دن بعض ظالم لوگ، جانوروں کو جوڑ کر کھڑا رکھتے ہیں، اور معصوم وبے زبان جانور کی تکلیف کا ذرا احساس نہیں کرتے، گویا کہ انہیں اینٹ پتھر سمجھتے ہیں۔

اور یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ان میں بھی روح ہے، اور ان کو بھی دکھ و درد اور تکلیف کا احساس ہوتا ہے، کیا کوئی اپنی معصوم اولاد پر اس طرح کا ظلم گوارا کر سکتا ہے؟

(12)...... جانوروں کے گلے میں تنگ رسی باندھنا، جس سے اس کا گلا گھٹنے لگے، یا اس طرح کی رسی باندھنا، جس سے جانور کو بے جا تکلیف ہو، یہ سخت گناہ ہے۔

اور جانوروں کے گلے میں رسی ڈال کر اس کو زور سے کھینچنا، جس کی وجہ سے اس کا گلا گھٹنے، یہ بھی سخت ظلم اور گناہ میں داخل ہے۔

(13)...... احادیث کی رُو سے ہر جانور کو اسی مصرَف وضرورت میں استعمال کرنا چاہئے، جس کے لئے اللہ نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔

لہٰذا جو جانور کھیتی باڑی کرنے کے لئے پیدا کیا گیا، اس پر سواری کرنا یا بوجھ لادنا، یا سواری والے جانور سے کوئی دوسرا کام لینا، جانور کے ساتھ ظلم ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

اور اسی وجہ سے گائے، بھینس پر سواری کرنا اور بکری پر وزن لادنا منع ہے۔

مگر آج کل اس کی خلاف ورزی بھی عام ہے، جس کی مختلف شکلیں رائج ہیں، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اس چیز کا خوف واحساس ہی نہیں کہ ہم سے اس کے بارے میں بھی قیامت کے روز باز پرس ہوگی، اس لئے وہ جانور کو اپنی تحویل وملکیت میں ہونے سے اس میں ہر طرح کے تصرف اور اس کو ہر طرح سے استعمال کرنے کے بارے میں اپنے آپ کو خود مختار سمجھتے ہیں، اور کسی قاعدے وقانون کے پابند نظر نہیں آتے۔

(14)...... احادیث میں جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے کے عمل کو ملعون قرار دیا گیا ہے، پس جو شخص اپنی شہوت پوری کرنے کے لئے جانور سے بدفعلی کرے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں ملعون کہلائے گا ، اور آخرت میں سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔

(15)...... زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لینا گناہ ہے، جس سے جانور کو تکلیف کا ہونا ظاہر ہے، اور اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، اور زندہ جانور کے جسم سے کٹا ہوا حصہ مردار ہے، جس کا کھانا جائز نہیں، اسی طرح زندہ جانور کی چیر پھاڑ کرنا جائز نہیں۔

البتہ اگر کسی جانور کی بیماری کے علاج معالجہ کے لئے اس کے کسی عضو کا آپریشن کیا جائے، تو وہ الگ معاملہ ہے۔

جو لوگ جانوروں کو کسی چوکے یا سخت چابک (Whip) وغیرہ سے مارتے ہیں، وہ بھی اس گناہ میں داخل ہیں۔

پس کسی جانور کے اعضاء کو تلف کرنا اور اس کے کسی عضو کو کاٹ کر اور ناکارہ بنا کر جانور کو ناقص اور عیب دار

بنادینا، شریعت کی نظر میں سخت گناہ اور ملعون عمل ہے۔

البتہ زندہ جانور کے جسم سے ضرورت کے وقت اون اور بال کاٹنا جائز ہے، اور وہ پاک ہیں، کیونکہ بالوں میں روح نہیں ہوتی، اس لئے بذاتِ خود بالوں کے کاٹنے سے جانوروں کو تکلیف نہیں ہوتی۔

(16)...... اگر کسی نے جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کردیا، لیکن ابھی تک وہ جانور پوری طرح ٹھنڈا نہیں ہوا، اور اس میں زندگی کی علامت ونشانی مثلاً حرکت باقی ہے، تو ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے بدن سے کوئی عضو کاٹنا گناہ ہے، لیکن اگر اس صورت میں کسی نے کوئی عضو کاٹ لیا، تو اس عضو کا کھانا حلال ہوگا۔

(17)...... جانوروں کے خصی کرنے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ کسی ضرورت وفائدہ کے بغیر جانوروں کو خصی کرنا منع اور گناہ ہے، البتہ اگر کوئی ضرورت وفائدہ وابستہ ہو، تو پھر اجازت ہے۔

بعض اوقات نَر جانور میں شہوت بڑھنے سے اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں، جس سے دوسروں کو نقصان وضرر پہنچتا ہے، مثلاً وہ دوسروں کو مارنے وکاٹنے لگتا ہے، اور ایسی صورت میں اس کے خصی کردینے سے اس کی بداخلاقیوں کی کافی حد تک اصلاح ہوجاتی ہے۔

اسی طرح خصی جانور کا گوشت دوسرے جانوروں کے مقابلہ میں لذیذ ہوتا ہے، نیز خصی جانور زیادہ فربہ اور صحت مند ہوتا ہے، اس غرض سے بھی حلال جانور کو خصی کرنے کی اجازت ہے۔

البتہ جب اس قسم کی کوئی ضرورت وفائدہ وابستہ نہ ہو، تو پھر جانور کو خصی کرنا جائز نہیں۔

(18)...... بعض لوگ جانوروں کے کان میں بلاوجہ سوراخ کرکے، اس کو تکلیف پہنچاتے ہیں، یا جانوروں کی سینگ جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں، بلکہ اندر کی میخ بھی نکال دیتے ہیں، تاکہ دوبارہ سینگ اُگ نہ سکیں، جس سے جانور کو سخت تکلیف ہوتی ہے، مدت تک جانور کو اپنا سر ہلانا بھی مشکل ہوجاتا ہے اور جانور سینگ سے جو اپنے آپ کو تکلیف پہنچنے یا کسی کے اس پر حملہ آور ہونے کی صورت میں اپنا دفاع کرسکتا تھا، یا سینگ سے اپنے جسم میں خارش وغیرہ کرنے میں مدد حاصل کرسکتا تھا، اس کی وہ ضرورت بھی متاثر ہوجاتی ہے، اس لئے یہ طرزِ عمل گناہ میں داخل ہے۔ البتہ اگر کوئی پالتو جانور سینگوں سے انسانوں کو مارتا ہو، اس کا مناسب علاج کیا جاسکتا ہے، خواہ سینگ گِھس کر یا مناسب مقدار میں کاٹ کر۔

(19)...... احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے بچوں کو اُن کے ماں باپ سے جدا کرکے ان

کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔
لہٰذا بلا سخت مجبوری کے جانوروں کے بچوں کو اُن کے ماں باپ سے جدا کر کے ان کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہئے۔
البتہ کسی معتبر ضرورت کی وجہ سے کسی جانور کے بچہ کو پکڑنا پڑے، تو بھی اس کی رعایت ضروری ہے، کہ وہ بہت چھوٹے بچے نہ ہوں کہ ان کے والدین کو جدائی سے غیر معمولی اذیت ہوتی ہو، بلکہ جب کچھ بڑے ہو جائیں اور والدین کو ان کی جدائی سے غیر معمولی کوفت نہ ہو۔
مذکورہ حکم میں طوطے کے بچے، کبوتر اور بلی کے بچے سب داخل ہیں۔
(20)...... احادیث میں جانوروں سے ان کے انڈوں کو جدا کرنے کی بھی ممانعت بھی آئی ہے۔
عام طور پر جانور انڈہ دینے کے بعد اپنے انڈہ سے اسی طرح کی محبت اور ہمدردی رکھتے ہیں، جس طرح اپنے بچوں سے رکھتے ہیں، اور بچہ نکلنے تک انڈے پر بیٹھ کر اس کی حفاظت و نگرانی کرتے رہتے ہیں۔
ایسی حالت میں اگر ان سے انڈے کو جدا کر دیا جائے، تو وہ سخت تکلیف محسوس کرتے ہیں۔
اور یہ حکم عام جانوروں کے انڈوں سے متعلق ہے، اور جو جانور موذی ہوں، جیسے سانپ وغیرہ تو ان کے انڈوں کو تلف و ضائع کر دینا جائز ہے، جس طریقے سے ان موذی زندہ جانوروں کو مار دینا جائز ہے۔
اور مرغی و بطخ وغیرہ کے انڈے کو اٹھانے کی ممانعت نہیں، کیونکہ مرغی اور بطخ وغیرہ کے انڈے عام طور پر استعمال کئے جاتے ہیں، اور مرغی خود بھی انڈہ دینے کے بعد اپنے مالک کو مخصوص آواز کے ساتھ انڈہ دے کر متوجہ کر دیتی ہے، اور انڈے کو اپنے پاس باقی رکھنے کی طلب محسوس نہیں کرتی، بلکہ اس کو اپنے سے دور کرنے کی متمنی ہوتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مرغی و بطخ کے انڈوں کو اٹھا لینے اور مرغی و بطخ سے جدا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
(21)...... پرندوں کو ان کی جگہ (گھونسلے اور گھر، یا آرام کرنے والی جگہ) سے بلا ضرورت بھگانا منع ہے، اور اسی طرح دوسرے غیر مُضِر جانوروں کو ان کے ٹھکانوں سے بھگانا منع ہے، کیونکہ اس سے ان کو بے گھر کرنا اور ان کی راحت و آرام میں خلل ڈالنا لازم آتا ہے۔
بعض لوگ الو یا کسی دوسرے پرندے کے کسی جگہ بیٹھنے سے اس جگہ میں نحوست پیدا ہو جانے یا اس جگہ کے ویران ہو جانے کا شگون لیتے ہیں، اور اس وجہ سے جانور کو وہاں سے بھگاتے ہیں، یہ طرزِ عمل اسلام کی رُو

سے غلط ہے، اور اسلام میں اس طرح جانوروں وغیرہ سے بدشگونی لینے کی اجازت نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

البتہ اگر کہیں پرندے وغیرہ کسی ایسی جگہ بیٹھتے یا رہتے ہوں، یا انہوں نے اپنا گھونسلہ بنالیا ہو کہ ان کی وجہ سے واقعی درجہ میں تکلیف ہوتی ہے، مثلاً وہاں غلاظت وگندگی ہوتی ہے، یا کھانے پینے کی چیزوں میں اجابت وغلاظت کردیتے ہیں، جیسا کہ بعض مساجد یا گھروں میں بعض پرندے گھونسلے بنالیتے ہیں، اور وہاں بیٹ وغیرہ کرتے ہیں، یا کسی جگہ بلی کے آنے جانے سے مرغیوں یا دوسرے جانوروں کی جان کو خطرہ ہوتا ہے، یا مثلاً کوئی کتا گھر میں آجاتا ہے، تو ایسی صورت میں ان جانوروں کو وہاں سے ہٹادینا جائز ہے، مگر اس وقت بھی ان کو غیر ضروری ایذاء وتکلیف پہنچانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اسی طرح اگر شہد تیار ہونے کے بعد وہاں سے شہد حاصل کرنے کے لئے اس کی مکھیوں کو ہٹایا جائے تو اس میں بھی گناہ نہیں، لیکن ان کو بلاضرورت تکلیف نہ پہنچائی جائے، مثلاً انہیں آگ لگا کر جلایا نہ جائے۔

(22)...... اسلام میں کبوتر بازی کے مشغلہ کو پسند نہیں کیا گیا، کیونکہ اس میں کئی خرابیاں جمع ہیں، ایک تو کبوتر بازی میں مبتلا ہو کر انسان اللہ اور بندوں کے ضروری اور واجبی حقوق سے غافل ہوجاتا ہے، اور ہر وقت کبوتروں کے دھندے اور مشغلے میں الجھا رہتا ہے۔

دوسرے کبوتر بازی کرنے والا چھتوں پر چڑھ کر پڑوسیوں اور محلے داروں کی تکلیف وایذاء اور بے پردگی کا سبب بنتا ہے، تیسرے کبوتر بازی کرنے والا دوسروں کے کبوتر ناحق پکڑ کر غصب کرلیتا ہے، چوتھے کبوتر بازی کرنے والا اپنے پاس کبوتروں کی کثرت اور تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسروں پر فخر وتفاخر کا اظہار کرتا ہے، پانچویں کبوتر بازی کرنے والا کبوتروں کو تکلیف وایذاء پہنچاتا ہے، مثلاً زبردستی دیر تک اڑتے رہنے پر مجبور کرتا ہے، اور کبوتروں کو بار بار اڑا کر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بٹھا کر اور اڑایا بھگا کر ان کو تکلیف پہنچاتا ہے، چھٹے کبوتر بازی کرنے والا کبوتروں کے کے ذریعے سے جوا کھیلتا ہے، ساتویں ان کو دانہ پانی دینے میں کوتاہی سے کام لیتا ہے۔

البتہ اگر کوئی اس طرح کی خرابیوں سے بچ کر صرف شوقیہ کبوتر پالے، اور ان کے حقوق وراحت کا پوری طرح خیال رکھے، تو ایک حدتک کبوتر پالنا اور رکھنا جائز ہے۔

(23)...... بہت سے کبوتر بازی کرنے والے لوگ کبوتروں کا اس طرح مقابلہ کراتے ہیں کہ انہیں

دیر تک اڑنے پر مجبور کرتے ہیں، اور اپنے گھر یا ان کے مخصوص ٹھکانے میں بیٹھنے اور اترنے نہیں دیتے، جبکہ پالتو کبوتر اپنے مانوس ومخصوص ٹھکانے کے بغیر اترنے اور بیٹھنے میں وحشت محسوس کرتے ہیں، پھر بعض اوقات صبح سے شام تک کبوتر کو بھوکا پیاسا اڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے، اوراس کے تھکنے بلکہ تھک کر چور ہونے کا بھی احساس نہیں کیا جاتا، جس سے بعض اوقات کبوتر بے ہوش ہوکراور چکر کھا کر کسی بھی جگہ گر پڑتا ہے، یا گھر سے بے گھر ہوکر کسی بھی جگہ بے بسی کے عالَم میں اترنے اوررات گزارنے پر مجبور ہوتا ہے، اوراس طرح کسی بلی، کتے وغیرہ کا شکار ہوکر جان تک سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، یہ سخت گناہ ہے، اور جانور کوشدید ذہنی وجسمانی اذیت وتکلیف میں مبتلا کرنا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر کسی انسان کو صبح سے شام تک دوڑنے اور بھاگنے پر مجبور کیا جاتا رہے، اوراس دوران اس کو کھانے پینے کی بھی اجازت نہ دی جائے، تو کس قدر تکلیف وایذاء پہنچے گی، اسی طرح بے زبان جانور کا بھی خیال کرنا چاہئے۔

افسوس ہے کہ صرف نام آوری یا چند ٹکوں کی خاطر بے زبان اور معصوم ایک چھوٹے سے جانور پر اس قدر ظلم کیوں کیا جاتا ہے، اور بے زبان جانور کی بددعاء اور قیامت کے دن اس کے وبال سے کیوں نہیں ڈرا جاتا اور بعض اوقات اس طرح کی حرکت کی وجہ سے دنیا میں بھی وبال وعذاب آجاتا ہے۔

(24)...... اسلام میں جانوروں کو آپس میں لڑانے کی سخت ممانعت ہے، کیونکہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے، اور بعض اوقات اس کے نتیجہ میں کوئی جانور، معذور یا زخمی بلکہ مر بھی جاتا ہے۔

آج کل معاشرہ میں مختلف جانوروں کو آپس میں لڑانے یا ان کے ساتھ خود لڑائی کرنے کا رواج ہورہا ہے، جس میں ذوق وشوق سے حصہ لیا جاتا ہے، اوراس کی خاطر مالی وجانی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔

جانور کی آپس میں لڑائی کرانا خواہ اس طریقہ سے ہو کہ دونوں طرف ایک ہی طرح کے جانور ہوں، مثلاً دونوں طرف ریچھ ہوں، یا ہاتھی ہوں، یا کتے ہوں، یا بندر ہوں، یا مرغ ہوں، یا بٹیر ہوں وغیرہ۔

یا دونوں طرف مختلف جانور ہوں، مثلاً ایک طرف کتا ہو، اوردوسری طرف بندر، بلی یا مرغ ہو، یا ایک طرف سانپ ہو، اوردوسری طرف نیولا وغیرہ ہو۔

یہ سب طریقے ناجائز اور گناہ ہیں، اوران کی ہار جیت پر اگر جوا بھی کھیلا جائے، تو یہ دوسرا گناہ ہے، اوراس

طرح کا مقابلہ کرانے، دیکھنے اوراس پر پیسہ خرچ کرنے والے سب گناہ گار ہیں۔

(25)...... آج کل ''بُل فائٹنگ'' (Bullfighting) کے نام سے ایک کھیل کھیلا جاتا ہے، جس میں مخصوص جانور سے انسان مقابلہ کرتا ہے، اوراس کو بھڑکاتا اور غصہ دلاتا ہے، اور دوڑاتا ہے، جس سے جانور کو بے جا ذہنی وجسمانی تکلیف ہوتی ہے، اوراس سے خود اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچتا ہے، بعض اوقات کوئی زخمی، چوٹل یا فوت ہوجاتا ہے، اسلام کی رو سے یہ بھی سخت گناہ ہے۔

اوراس پر جوا کھیلنا، اس پر پیسہ خرچ کرنا، اوراس کو تماشے کے طور پر دیکھنا، سب گناہ ہے۔

(26)...... بعض شعبدے باز اور مداری اپنے پاس موجود مختلف جانوروں کی لڑائی کرا کر لوگوں کو تماشا دکھاتے ہیں، جس سے جانوروں کو ایذاء وتکلیف پہنچتی ہے، اور پھر لوگوں سے پیسے مانگتے ہیں، یہ بھی جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

البتہ اگر جانوروں کو لڑایا نہ جائے، البتہ ایک دوسرے کے ساتھ تفریح کرائی جائے، جس سے جانوروں کو آپس میں تکلیف نہ پہنچے، تو جائز ہے، جبکہ کوئی دوسرا گناہ لازم نہ آئے۔

(27)...... جانوروں کا باہم مقابلہ کرانا اور انہیں لڑانا جس سے کہ انہیں تکلیف پہنچے، ویسے بھی گناہ ہے، اوراس مقابلہ ولڑائی میں اگر جوا کھیلا جائے، مثلاً دونوں طرف سے کچھ پیسوں کی یا کسی دوسری چیز، خواہ کھانا کھلانے کی شرط لگائی جائے، یا شرط میں ہارنے والا جانور جیتنے والے کے مالک کو دینا طے ہو، تو یہ سخت گناہ ہے۔

(28)...... جوئے میں جیتا ہوا جانور اور جوے میں جیتی ہوئی کسی بھی چیز کا جیتنے والا شخص شرعاً مالک نہیں بنتا، اور یہ جانور یا چیز بدستور اصل مالک کی ملکیت رہتی ہے، اس لئے اسے واپس کیا جائے گا اور جوئے کے طور پر حاصل کیا ہوا جانور رکھنا حرام ہوگا۔

(29)...... جس طرح جانوروں کے درمیان لڑائی کرانا، یا انسان کا جانور کے ساتھ لڑائی کرنا گناہ ہے، اوراس میں جوا کھیلنا الگ گناہ ہے، اسی طریقہ سے اس طرح جانوروں کی لڑائی کے مقابلے منعقد کرانا، اوران کو دیکھنا، اور دیکھنے پر پیسہ خرچ کرنا، یہ بھی گناہ ہے۔

نیز اس طرح کے مقابلے کے دوران کسی فریق کو شاباش دینا، اور دوسرے فریق کے خلاف اُکسانا اور بھڑکانا بھی گناہ ہے۔

(30)...... اسلام میں مفید مقصد اور بالخصوص جہاد کی تیاری کے لئے گھوڑوں اور اونٹوں وغیرہ کے درمیان دوڑ کی اجازت دی گئی ہے، لیکن اسی کے ساتھ ایسی قیود لگادی گئی ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان کسی گناہ میں مبتلا نہ ہو، اور نہ ہی جانور کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی اور اس کی حق تلفی لازم آئے۔

چنانچہ اسلام کی رُو سے ایک تو جانوروں کی دوڑ میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ دوڑ کا یہ مقابلہ ایک جنس کے جانوروں اور ان میں بھی ایک نوعیت کے جانوروں کے درمیان ہونا چاہئے، دوسرے یہ ضروری ہے کہ دوڑ کا فاصلہ جانوروں کے تحمل کے مطابق ہونا چاہئے، جتنی دور اور فاصلہ پر دوڑنے کی جانور میں صلاحیت و برداشت نہیں، اس پر اسے مجبور نہ کیا جائے، تیسرے یہ ضروری ہے کہ اس محدود دوڑ کا مقابلہ بھی مفید غرض پر مبنی ہو، خالی کھیل، تماشے یا روپیہ پیسہ کے لالچ اور اپنی شہرت کی غرض پر مبنی نہیں ہونا چاہئے، چوتھے یہ ضروری ہے کہ جانوروں کی اس دوڑ میں قمار یعنی جوا شامل نہ ہو، اگر ہارنے اور جیتنے والے دونوں کی طرف سے یہ طے ہو کہ ہارنے والا جیتنے والے کو اتنی رقم یا جانور یا کوئی دوسری مخصوص چیز دے گا، تو یہ شریعت کی رُو سے جوئے اور قمار میں داخل ہے، اور حرام ہے۔

البتہ اگر دونوں طرف سے شرط نہ ہو، بلکہ کسی ایک کی طرف سے ہو، مثلاً ایک فرد دوسرے کو کہے کہ اگر آپ آگے بڑھ گئے، تو میں اتنا انعام دوں گا، مگر دوسرے فرد کی طرف سے اس کے خلاف ہونے پر کچھ مشروط نہ ہو، تو پھر یہ جوئے میں داخل نہیں، اور حلال ہے۔

اور اسی طرح اگر دوڑ لگانے والے فریقین کے بجائے کسی تیسرے شخص کی طرف سے (خواہ وہ حکومت ہو یا کوئی اور) فتح یاب ہونے والے کے لئے انعام مقرر کیا جائے، تو بھی جائز ہے، کیونکہ یہ صورت بھی جوئے میں داخل نہیں، اور حلال ہے، بشرطیکہ جوئے کے علاوہ کوئی دوسری خرابی اور گناہ لازم نہ آئے۔

(31)...... بیلوں، کتوں اور کبوتروں وغیرہ کے درمیان دوڑنے اور اڑنے کا مقابلہ شریعت کی رُو سے درست نہیں، کیونکہ یہ ایک کھیل تماشہ ہے، اور جہاد وغیرہ کی تیاری سے اس کا تعلق نہیں، اور اگر اس کے ساتھ جانوروں کو بے جا ایذاء و تکلیف پہنچانا اور اس میں جوئے بازی اور فخر و تفاخر جیسی چیزیں بھی شامل ہوجائیں، تو پھر یہ گناہ در گناہ ہے۔

(32)...... آج کل عام جانوروں کی دوڑ میں اولاً تو جہاد وغیرہ کی مفید تیاری اور مشق کا مقصد پیشِ نظر نہیں ہوتا، بلکہ کھیل و تفریح، فخر و تفاخر یا مال کا ناجائز طریقہ پر حصول پیشِ نظر ہوتا ہے، دوسرے ان میں

کھلے عام جوا کھیلا جاتا ہے، تیسرے دوڑنے کے لئے جانوروں کے تحمل سے زیادہ فاصلہ مقرر کیا جاتا ہے، چوتھے جانوروں کو دوڑانے کے لئے ان پر زور وزبردستی کی جاتی ہے، اور ان کو ایذاء پہنچائی جاتی ہے اور مارا پیٹا جاتا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات جانوروں پر بچوں کو بٹھا دیا جاتا ہے، جن کی چیخ وپکار سے جانور تیز دوڑتے ہیں، اس قسم کی سب صورتیں شریعت کی رُو سے ناجائز ہیں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ آج کل مختلف ریس کورس میدانوں میں جو گھوڑ دوڑیں ہوتی ہیں، ان میں عام طور پر شرعی حدود کا لحاظ نہیں ہوتا، لہٰذا ان میں حصہ لینا اور دیکھنا گناہ ہے۔

(33)...... جس جانور سے کوئی ضرورت وابستہ نہ ہو، اس کو قید کرنا اچھی بات نہیں، البتہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے پالے (جیسے دودھ یا اون حاصل کرنے کے لئے یا سواری کرنے یا باربرداری کے لئے، یا ذبح وقربانی کرنے کے لئے یا مثلاً نسل بڑھانے کے لئے یا مثلاً مرغی سے انڈہ حاصل کرنے کے لئے) تو جانور کے حقوق کی پوری رعایت اور خیال رکھنا ضروری ہے۔

(34)...... خوبصورت اور سُریلی آواز والے پرندوں کو دل خوش کرنے اور پرندوں کی حرکات وآواز سے لطف اندوز ہونے کے لئے پرندوں کو پنجرے میں رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ فخر وتفاخر پیشِ نظر نہ ہو، اور کسی جوے وغیرہ میں بھی اس کو استعمال نہ کیا جائے، اور اس میں منہمک ہو کر اللہ سے غفلت اختیار نہ کی جائے، اور اس پرندے کے تمام حقوق کی ادائیگی کا بھی اہتمام کیا جائے، اور اس کی راحت وآرام کا ہر طرح خیال رکھا جائے، جس میں یہ بھی داخل ہے کہ پرندے کے اعتبار سے پنجرہ اتنا کشادہ ہو کہ اس میں اسے تعذیب وتکلیف نہ ہو۔

اور یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ پرندے اپنے دکھ درد اور تکلیف وضرورت کا انسان کے سامنے پوری طرح اظہار نہیں کر سکتے، اس لئے خود سے ان کے حقوق اور راحت کا پورا پورا اہتمام ضروری ہے۔

اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ پرندے کے مزاج کے مطابق اس کی بود وباش اور خوراک وآسائش کا لحاظ کیا جائے، اور پرندہ کی شان کے مطابق اس کی مرغوب غذا کے کھانے پینے کا بھی اہتمام کیا جائے، مثلاً جو پرندے پھل رغبت سے کھاتے ہیں، ان کے لئے حسبِ حیثیت پھل مہیا کئے جائیں، اور جو پرندے دانہ تنکا یا گھاس پھوس رغبت سے کھاتے ہیں، ان کے لئے اس کا انتظام کیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(35)...... تفریحِ طبع کے طور پر آج کل مختلف الوان وانواع کی خوبصورت مچھلیوں کو مخصوص ڈبے

(Aquarium) میں پانی بھر کر گھروں میں رکھا جاتا ہے، شرعی اعتبار سے ان کو تفریحِ طبع کے طور پر رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ فخر وتفاخر پیشِ نظر نہ ہو، اور مچھلیوں کی خوراک، راحت وآسائش کالحاظ رکھا جائے۔

(36)...... چند ضرورتوں کے علاوہ کتے کو پالنا جائز نہیں، اوراس کی وجہ سے رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

کتے کے اندر بعض انتہائی بری خصلتیں ہیں، جن کی وجہ سے اجنبی اور پرائے لوگ یہاں تک کہ فرشتے تو ایذاء وتکلیف اٹھاتے ہی ہیں، ساتھ ساتھ کتے کے اثرات کتا پالنے والے پر بھی پڑتے ہیں، مثلاً یہ کہ اس میں اپنی قوم کے لئے اپنائیت وحمیت اور ایثار وہمدردی نہیں، اور وہ ایک دوسرے کا دشمن ہے، نیز کتا نجاست اور گندگی کھانے، یہاں تک کہ اپنی ہی نکلی ہوئی غلاظت کو دوبارہ چاٹنے اور کھانے کا عادی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ساتھ رہنے والی چیز کے اثرات فطری طور پر آدمی پر پڑا کرتے ہیں۔

اور کتے کے لعاب میں انتہائی زہریلے اثرات ہیں، اوراس کی عادت جگہ جگہ پیشاب کرنے اور چیزوں کو سونگھنے اور منہ لگانے کی ہے، جس کی وجہ سے اس کے پیشاب اور لعاب کے اثرات دوسری چیزوں میں منتقل ہوتے رہتے ہیں، اور قرب وجوار کی چیزوں یہاں تک کہ کپڑوں کا پاک رہنا از حد دشوار ہوجاتا ہے، اور جب کتا کسی کو کاٹ لے، تو اس کا زہر انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔

اور جب اس کو کاٹنے کی ہڑک چڑھ جاتی ہے، اور لت پڑ جاتی ہے، تو اپنے پرائے کا امتیاز ختم ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات یہ اپنے مالک کو بھی کاٹ لیتا ہے۔

البتہ اسلام میں تین چیزوں کے لئے کتا رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، ایک شکار کے لئے، دوسرے جانوروں اور مویشیوں کی حفاظت کے لئے (خواہ مویشیوں کی چوروں سے حفاظت مقصود ہو یا درندوں سے) تیسرے فصل اور کھیتی کی حفاظت کے لئے (خواہ کھیتی کی جانوروں سے حفاظت مقصود ہو یا چوروں سے)

حلال جانور کے شکار کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اجازت دی ہے، اور بہت سے جانوروں کا شکار دوسرے ذرائع کے بجائے کتے کے ذریعہ سے بہتر طریقے پر کیا جاسکتا ہے۔

اور شکاری کتا (Hunting dog) وہ کہلاتا ہے، جس کو مخصوص طریقہ پر شکار کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی کئی بری عادتوں میں تبدیلی آجاتی ہے، چنانچہ وہ مالک کے کہنے کے مطابق شکار کرتا ہے، اور وہ شکار میں سے خود نہیں کھاتا، بلکہ مالک کے لئے شکار کرتا ہے، نیز وہ عام طور پر انسانوں

کو بلاوجہ بھونکتا اور کاٹتا بھی نہیں ہے۔

اور چوروں اور مخصوص جانوروں سے فصل اور کھیتی کو غیر معمولی نقصان پہنچ جایا کرتا ہے، اور کتے کے ذریعہ سے ان خطرات سے اچھے طریقہ پر حفاظت ہو سکتی ہے۔

اسی طرح جانوروں اور مویشیوں کی حفاظت کا بھی معاملہ ہے، اور جو کتے کھیتی اور جانوروں کی حفاظت کے لئے رکھے جاتے ہیں، وہ بھی اپنے کام کی ٹھیک طریقہ پر ذمہ داری پوری کرتے ہیں اور دوسروں کو بے جا تکلیف وایذاء نہیں پہنچاتے۔

بعض حضرات نے احادیث میں مذکوران تین چیزوں کے علاوہ کسی دوسری غرض کے لئے کتا رکھنے کی اجازت نہیں دی، یہاں تک کہ گھر کی چوروں سے حفاظت کے لئے بھی اجازت نہیں دی، بالخصوص جبکہ گھر میں کتا رکھنے کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں سے بھی محرومی لازم آتی ہو، اور دوسرے لوگوں کو بھی کتے کی وجہ سے ایذاء ہوتی ہو، کیونکہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے، اس سے محلے اور پڑوس کے لوگوں اور ضرورت کی غرض سے گھر میں داخل ہونے والے لوگوں اور مہمانوں کو ایذاء پہنچتی ہے، کہ وہ ہر ایک کو بھونکتا اور ڈراتا ہے، جبکہ بعض معزز مہمانوں کو کاٹ بھی لیتا ہے۔

البتہ بعض حضرات نے حدیث میں مذکور تین مواقع کے علاوہ چوروں سے گھر وغیرہ میں موجود مال کی حفاظت کی خاطر کتا رکھنے کی اجازت دی ہے۔

بہرحال احتیاط اور عافیت اسی میں ہے کہ احادیث میں مذکور تین چیزوں کے علاوہ کسی اور غرض کے لئے کتا نہ رکھا جائے، البتہ اگر کسی کو مال وغیرہ کی چوروں سے حفاظت کی خاطر کتا رکھنا ضروری ہو جائے، تو اس کی ناپاکی سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اور ضرورت و آمد ورفت والے افراد اور محلے داروں کو تکلیف واذیت سے بچا کر رکھنے کا اہتمام کرتے ہوئے گنجائش ہے۔

نیز اس کا بھی اہتمام کیا جائے کہ اس کو اپنی بود وباش کی جگہ سے حتی الامکان فاصلے پر رکھا جائے، تاکہ رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے میں یہ حائل نہ ہو، اور اس کے لعاب ونجاست سے حفاظت رہے۔

رہا شوقیہ کتا پالنے کا معاملہ، تو اس کے ناجائز اور گناہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

مگر افسوس کہ آج مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ میں کتوں سے خاص انسیت اور لگاؤ پایا جاتا ہے، بہت سے لوگوں کا کتوں کو اپنے ساتھ لٹانا، بٹھانا، سُلانا، کھلانا، پلانا، نہلانا دھلانا اور سفر وحضر میں ساتھ رکھنا ایک

مشغلہ بن گیا ہے۔

بعض اوقات گاڑی چلاتے ہوئے شخص کی گود میں یا ساتھ والی انسانوں کی نشست پر بیٹھے ہوئے کتے میں یہ فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ آیا یہ کسی انسان کا بچہ ہے یا جانور۔

کتوں کے شوق کا ہی یہ عالم ہے کہ کئی مقامات پر کتوں کی نمائشیں منعقد کی جاتی ہیں، جن میں مختلف نسلوں کے مہنگے اور سستے شوقیہ کتے پسند کرنے اور خریدنے کو ملتے ہیں۔

مغربی دنیا نے کتے کے اتنے فوائد لوگوں کو پڑھا دیئے ہیں کہ اب اہلِ مغرب سے متاثر لوگوں کو کتوں کے بارے میں کسی برے پہلو کا تصور کرنا بھی دشوار ہوگیا ہے، اور اس کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیمات سے واقفیت یا اہمیت نہیں رہی۔

(37)...... جن پرندوں اور جانوروں کو شرعی حدود میں رہ کر پالنا یا رکھنا جائز ہے، ان کو پالنے یا رکھنے کے لئے فروخت کرنا بھی جائز ہے۔

(38)...... کسی جانور کو بلا ضرورت قتل کرنا جائز نہیں۔

البتہ جو جانور حلال ہو، اس کو شرعی طریقہ پر ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔

اسی طرح جو جانور موذی ہو، جیسا کہ سانپ، یا بچھو، یا چوہا، یا کاٹنے والا کتا، اس کو بھی قتل کرنے کی اجازت ہے، کیونکہ ایذاء سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کے لئے جانور کو قتل کرنا ضرورت و مصلحت میں داخل ہے۔

لیکن ضرورت کی وجہ سے جانور کو ذبح کرنے کا معاملہ ہو یا قتل کرنے کا، بہر صورت جانور کو غیر ضروری تکلیف پہنچانے سے بچنا ضروری ہے۔

پس جن جانوروں سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، ان کو مارنا اور قتل نہیں کرنا چاہئے۔

اور جو جانور موذی ہوں ان کو ایسے طریقہ پر نہیں مارنا اور قتل کرنا چاہئے، جس سے ان کو بلاوجہ کی تکلیف پہنچے، بلکہ کم از کم ضرب اور وار میں ان کا جلدی کام تمام کردینا چاہئے۔

اور نشانہ بازی کی غرض سے غیر موذی جانوروں کو مارنا سخت گناہ ہے، اس طرزِ عمل سے پرہیز کرنا چاہئے۔

نشانہ بازی کا ذریعہ بنانے میں یہ بھی داخل ہے کہ جانور کو نشانہ بازی کا صرف تختۂ مشق بنائے، اور اس سے کوئی معقول فائدہ اٹھانا پیشِ نظر نہ ہو، جہاں تک نشانہ بازی کی مشق کا تعلق ہے، تو یہ ضرورت کسی بھی غیر

جاندار چیز کے ذریعہ سے پوری کی جاسکتی ہے۔

آج کل جو بعض لوگ غلیل یا بندوق وغیرہ سے نشانہ بازی کی غرض سے جانوروں کو موت کے گھاٹ اتارتے پھرتے ہیں، یہ سخت گناہ ہے۔

(39)...... آج کل بعض پولٹری فارم کے مالکان مرغیوں کی بازار میں قلت پیدا کرکے قیمت بڑھانے کی غرض سے مرغیوں یا ان کے بچوں کی بڑی تعداد کو قتل کردیتے، بلکہ زندہ درگور کردیتے یا زندہ حالت میں یا مار کر جلا دیتے ہیں، یہ سخت ترین گناہ ہے، دنیائے فانی کے چند ٹکوں کی خاطر قیمتی اور معصوم و بے زبان جانوں کا بے دردی سے قتل اور ان کا ضیاع انتہائی ظالمانہ فعل ہے۔

البتہ اگر جانوروں میں ایسی بیماری پیدا ہوگئی ہو، جو دوسروں کی طرف پھیلتی اور دوسروں کے ضرر کا باعث بنتی ہو، اور خود ان جانوروں کا گوشت بھی صحت کے لئے مضر ہو، تو ان کو جلانے یا زندہ درگور کرنے کے بجائے ذبح کرکے دفن کردینا چاہیئے، اور اگر دفن کرنا ممکن نہ ہو یا اس سے وباء پھیلنے کا خطرہ ہو تو ذبح کے بعد یا ان جانوروں کے خود سے فوت ہونے کے بعد ان کے گوشت کو آگ لگا کر خاکستر کرنا بھی جائز ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ذبح کرنے کے بعد اس کے گوشت کو پکانے یا بھوننے کے لئے آگ پر جلایا جاتا ہے۔

(40)...... جو جانور فطرتاً وعادتاً موذی ہوتا ہے، جیسا کہ سانپ، بچھو، چوہا، اس کو تو ابتداءً ہی قتل کرنا جائز ہے، اور جو ابتداءً موذی نہ ہو، اس کو موذی ہوجانے یا ایذاء پہنچانے پر قتل کرنے کی اجازت ہے۔

جیسا کہ بلی فی نفسہ غیر موذی جانور ہے، اس لئے اس کو عام حالات میں قتل کرنا جائز نہیں، البتہ اگر اس سے غیر معمولی ضرر پہنچ رہا ہو، مثلاً وہ مرغیوں اور کبوتروں کو کھاتی ہو، یا دودھ وغیرہ آکر چٹ کرجاتی ہو، اور باز نہ آتی ہو، اور اس کو پکڑ کر کہیں دور لے جا کر چھوڑنا بھی ممکن نہ ہو، تو پھر اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

لیکن اس کو بلاوجہ کی ایذاء پہنچانا جائز نہیں، اور اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کرکے قتل کرنا بہتر ہے۔

(41)...... جو کتا انسانوں کو کاٹتا ہو، اور ان پر حملہ آور ہوتا ہو، اس کو قتل کرنا اور مارنا جائز ہے، کیونکہ اس کا کاٹنا انتہائی خطرناک ثابت ہوتا ہے، اور جو کتا ایسا نہ ہو، اسے قتل کرنا منع ہے۔

البتہ اگر کسی جگہ کتوں کی کثرت ہو، جس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو، یا کوئی کتا کاٹتا تو نہ ہو، لیکن بھونک کر مسافروں اور لوگوں کو ایذاء پہنچاتا ہو، تو اس کو بھی قتل کرنے کی اجازت ہے۔

اور کتے کو پالنے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

(42)...... حشرات الارض میں سے ایک جانور جو عام طور سے گھروں میں پایا جاتا ہے، وہ چھپکلی (Lizard) ہے،اس کی جنگلی قسم کو گرگٹ(Chameleon) کہا جاتا ہے۔

چھپکلی رینگنے والے جانوروں سے تعلق رکھتی ہے، جس کی مختلف اقسام ہیں ،اس کی زیادہ تر غذا مچھر اور کیڑے مکوڑے ہے،ان کی کئی اقسام میں رنگ بدل لینے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

گرگٹ اور چھپکلی کو قتل کرنا جائز ہے،احادیث میں اس کو قتل کرنے کا حکم آیا ہے،مگراس کو پہلی ضرب میں ماردینے اور قتل کردینے کا ثواب زیادہ ہے، کیونکہ اس سے جانور کو تکلیف کم ہوتی ہے۔

بعض لوگ گرگٹ کو مارنا تو ثواب سمجھتے ہیں لیکن چھپکلی کو مارنا ثواب نہیں سمجھتے بلکہ الٹا گناہ سمجھتے ہیں، جوکہ غلط فہمی پر مبنی بات ہے۔

احادیث میں’’وزغ‘‘ کا لفظ آیا ہے اور یہ لفظ گرگٹ اور چھپکلی دونوں کو شامل ہے، کیونکہ دونوں کی جنس ایک ہی ہے۔

اس کے علاوہ چھپکلی زہریلا جانور ہے،اگر کھانے پینے کی چیز میں پیشاب پاخانہ کردے، یا گر کر مرجائے،تو اس چیز میں زہریلے و مہلک اثرات پیدا ہوجاتے ہیں،اس لئے بھی اس کے ماردینے میں عافیت وخیر ہے۔

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر چھپکلی کسی انسان کے اوپر سے گزر جائے یا گر جائے تو غسل کرنا ضروری ہوجاتا ہے، یا کسی کپڑے پر گر جائے تو اسے دھونا بھی ضروری ہوجاتا ہے، حالانکہ شرعاً ایسا کرنا ضروری نہیں۔

البتہ تجربہ کاروں کا کہنا ہے کہ چھپکلی کے جسم پر زہریلے اثرات ہوتے ہیں، جو اس کا جسم دوسری چیز پر لگنے سے اس پر آسکتے ہیں،اس لئے اگر کوئی زہریلے اثرات سے حفاظت کے لئے جسم یا کپڑے کو دھولے تو یہ صفائی اور علاج کی ایک شکل ہے،اور جائز ہے۔

(43)...... چوہوں کو مارنا جائز ہے، کیونکہ چوہا موذی جانور ہے، جو فصل،اناج اور غلہ وغیرہ کو بہت نقصان پہنچاتا ہے، اور گھروں کی چیزوں کو کُتر کُتر کرخراب کردیتا ہے،اور بدبو اور گندگی بھی پھیلاتا ہے،کھانے پینے کی چیزوں میں منہ ڈال کران کوخراب کردیتا ہے،اور ماہرین کے مطابق چوہے کے سبب سے طاعون کی بیماری بھی پھیلتی ہے، طاعون پہلے چوہوں کو ہوتا ہے، جس سے وہ مرنے لگتے ہیں،اوران

کے اثرات سے قرب وجوار کے لوگوں میں طاعون پھیلنا شروع ہوجاتا ہے، جیسا کہ آگے پسو کے بیان میں آتا ہے، اس لئے جہاں تک ہوسکے اس موذی جانور سے بچنے بچانے کی تدبیروں پر عمل کرنا چاہئے۔

اگر فرش کچا ہو، جس میں چوہوں نے بل بنا رکھا ہو، تو اس کو پکا کرنا چاہئے، اور کھانے پینے کی چیزوں کے ذرّات کو بکھرنے نہیں دینا چاہئے، اس کے علاوہ کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھک کر، الماریوں میں رکھنا چاہئے، دروازوں اور کھڑکیوں کو ایسا بنوانا چاہئے، جن میں چوہے نہ گھس سکیں، اور نالیوں پر جالی لگوانی چاہئے، تاکہ چوہے اندر داخل نہ ہوسکیں۔

بلی چوہوں کی دشمن ہے، اگر مکان میں بلی رکھی جائے، تو اس سے چوہوں کا خاتمہ آسانی سے ہوسکتا ہے، اگر بلی نہ ہو، تو گھر میں چوہے دان رکھے جائیں، جو چوہے ان میں پھنسیں ان کو مار کر آبادی سے دور مٹی کا تیل ڈال کر جلا دیا جائے، زندہ ہرگز نہ چھوڑیں، اگر ان کو زندہ چھوڑ دیا جائے گا، تو وہ آبادی کے کسی دوسرے مکان میں گھس جائیں گے، اور اس طرح ان سے بچاؤ نہ ہوسکے گا۔

چوہوں کو مارنے کے لئے سنکھیا اور کچلہ جیسی زہریلی چیزیں بھی استعمال کی جاتی ہیں، ان چیزوں کو آٹے اور گُڑ میں ملا کر چھوٹی چھوٹی گولیاں بنا کر رات کو گھر میں اِدھر اُدھر ڈال دیا جائے، اور کھانے پینے کی کوئی چیز گھر میں اس طرح نہ رکھی جائے کہ چوہے اسے کھا سکیں، چوہے بھوک کی حالت میں ان گولیوں کو کھا کر مرجائیں گے، دن کے وقت جو گولیاں فرش پر ملیں، ان کو اٹھا کر احتیاط سے رکھ لیا جائے، کیوں کہ مرغیاں، کبوتر، کتا، بلی وغیرہ جیسے جانور ان کے کھانے سے مرجاتے ہیں، اس کے علاوہ یہ بھی اندیشہ ہوسکتا ہے کہ کوئی بچہ ان کو اٹھا کر نہ کھالے۔

بیریم کاربونیٹ ایک انگریزی دوا چوہوں کو مارنے کے لئے زیادہ مناسب ہے، اس کو بھی اوپر کے طریقے سے آٹے میں ملا کر گولیاں بنا کر گھر میں ڈال دیا جاتا ہے، اس میں یہ خوبی ہے کہ اگر کوئی پالتو جانور مرغی، کبوتر وغیرہ اس کو کھا بھی لے، تو اس سے ان کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچتا۔

چوہوں کے بل میں گندھک کا دھواں پہنچانے یا مٹی کا تیل یا پیٹرول ڈالنے سے بھی چوہے مرجاتے ہیں۔

جب بل میں چوہے مرجائیں، تو اس میں شیشے ٹین وغیرہ کے ٹکڑے ڈال کر سیمنٹ وغیرہ سے بند کردیا جائے، جس سے اس کے جراثیم پھیلنے سے حفاظت رہتی ہے۔

جو چوہے بل سے باہر مریں، وہ چاہے زہریلی چیزوں سے مرے ہوں، یا طاعون و پلیگ زدہ ہونے کی وجہ

سے، دونوں صورتوں میں ان کو ہاتھ سے چھونا اور گھر سے باہر گلی میں پھینک دینا ہرگز مناسب نہیں ہے، بلکہ ان کو آبادی سے باہر اُپلوں کے ٹکڑوں یا گھاس پھونس وغیرہ میں رکھ کر مٹی کا تیل چھڑک کر جلا دینا مناسب ہے، تاکہ جراثیم کا بالکلیہ خاتمہ ہوجائے۔

(44)...... پسّو کو مارنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ بھی موذی جانور ہے۔

پسّو زیادہ تر گندی جگہوں میں پلتے ہیں، اور انسانوں کے بستروں تک پہنچ جاتے ہیں، پسّو کے کاٹنے سے آدمی کے جسم پر جگہ جگہ لال دھبے پڑجاتے ہیں، اور ان میں جلن اور کھجلی ہوتی ہے۔

پسّو کا بڑا خطرہ یہ ہوتا ہے کہ یہ طاعون جیسی بیماری کا سبب بنتا ہے۔

طاعون کے بارے میں ماہرین کا کہنا یہ ہے کہ اصل میں یہ مرض چوہوں کا ہے، سب سے پہلے یہ مرض چوہوں کو ہوتا ہے، اور پسّو چوہوں کا خون چوسنے کا بہت شوقین ہوتا ہے، اس لئے جب پسّو طاعون کے مریض چوہوں کا خون چوستے ہیں، تو اس مرض کے جراثیم پسّو کے بدن میں پہنچ جاتے ہیں، اور پھر جب یہ پسّو انسان کو کاٹتا ہے، تو انسان کے بدن میں طاعون کے اثرات داخل ہوجاتے ہیں۔

پسّوؤں کی عادت ہے کہ یہ منہ سے خون چوستے ہیں، اور دوسرے راستے سے فضلہ نکالتے رہتے ہیں، جس میں طاعون کے جراثیم موجود ہوتے ہیں، اس لئے جب پسّو کاٹتا ہے، تو اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے آدمی اس جگہ کو کھجاتا ہے، اس طرح فضلے میں ملے ہوئے جراثیم کاٹی ہوئی جگہ سے یا کھجانے سے پیدا ہونے والی خراش سے خون میں شامل ہوجاتے ہیں، اور جب یہ جراثیم رگوں میں بہتے ہوئے خون کے ساتھ کان کے پیچھے، بغل اور جنگاسے کی گلٹیوں تک پہنچتے ہیں، تو یہ گلٹیاں ان کو روک لیتی ہیں، اور اس کے نتیجے میں یہ گلٹیاں سوج جاتی ہیں، اور ساتھ ہی بخار بھی ہوجاتا ہے، ماہرین کے نزدیک یہی طاعون کہلاتا ہے۔

پسّوؤں کو دور کرنے کی سب سے پہلی تدبیر یہ ہے کہ مکان سے چوہوں کو نیست و نابود کیا جائے، نہ چوہے رہیں گے اور نہ ان کے جسم میں پسّو پرورش پائیں گے، اگر لحاف، بستر اور دوسرے کپڑوں میں پسّو پائے جائیں، تو ان کو دھوپ میں کافی دیر تک ڈالے رکھیں، بلکہ یہ کام کئی دن تک کریں، اس کے نتیجہ میں سارے پسّو مرجاتے ہیں۔

(45)...... حدیث میں چیونٹی کو مارنے اور ان کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت بیان کی گئی ہے، جس

میں عام چھوٹی چیونٹیاں بھی شامل ہیں، اور بڑی چیونٹیاں بھی، جن کو آج کل کی زبان میں چیونٹے اور مکوڑے کہا جاتا ہے۔

کیونکہ یہ فی نفسہٖ غیر موذی جانور ہے، البتہ اگر اس سے ایذاء پہنچے، مثلاً کاٹنے لگے، یا چیزوں کو خراب کرنے لگے، تو پھر اس کو مارنا جائز ہے۔

لیکن ایک ایذاء پہنچانے والی چیونٹی کی وجہ سے دوسری غیر موذی چیونٹیوں کو، جن سے ایذاء نہیں پہنچتی مارنا اور ان کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں۔

بعض اوقات کسی جگہ چیونٹیوں سے نقصان ہونے لگتا ہے، مثلاً مٹھائی کی دوکان پر یا کسی اور ایسی جگہ جہاں میٹھی چیزوں کا کام ہوتا ہو، وہاں ان کے میٹھی چیزوں میں داخل ہونے سے، نقصان پہنچتا ہے، ایسے موقع پر ان کو بھگانے اور دور کرنے کی تدبیر کرنی چاہئے، مثلاً سرسوں یا مٹی کا تیل چھڑک دیا جائے، یا وہاں قرب وجوار میں کوئی اور چیز ایسی ڈال دی جائے، جس سے وہ بھاگ جائیں، اور گر بھگانا مشکل ہو، تو بامرِ مجبوری مارنے کی بھی گنجائش ہے۔

اور چیونٹیوں کی جو نسل موذی ہوتی ہے، اس کو بہرحال مارنا جائز ہے۔

(46)...... دیمک کو مارنا جائز ہے، کیونکہ یہ موذی جانور ہے، جس مکان میں دیمک لگ جاتی ہے، اس سے مکان کے دَر و دیوار کو بہت نقصان پہنچتا ہے، اور کپڑوں اور کتابوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے، تارکول لگانے سے دیمک سے حفاظت رہتی ہے۔

(47)...... جوں کو مارنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ بھی موذی جانور ہے۔

جُوں انسان کے بالوں اور پہننے کے کپڑوں میں رہتی ہے، اور خون چوس چوس کر پلتی بڑھتی ہے۔

جُوئیں زیادہ تر ان لوگوں کے جسم میں پیدا ہوتی ہیں، جو پہننے کے کپڑوں کو جلد جلد تبدیل نہیں کرتے، اور نہ وقتاً فوقتاً نہا کر اپنے جسم کو صاف رکھتے ہیں، کچھ لوگوں میں رنج وفکر بھی جُوؤں کے پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔

جُوئیں کئی طرح کی ہوتی ہیں، ایک قسم کی جُوئیں نہایت چھوٹی ہوتی ہیں، اور بالوں کی جڑوں میں گھس کر خون چوستی رہتی ہیں۔

جُوئیں انڈے دیتی ہیں، اور اس کثرت سے دیتی ہیں کہ ایک مہینے میں ایک جوں سے ایک ہزار جُوئیں بن

سکتی ہیں، جُوؤں کے انڈوں کو "لیکھ" کہتے ہیں، ان سے دو تین ہفتے کے اندر جُوئیں پیدا ہو جاتی ہیں۔
جُوئیں کسی مریض کا خون چوس کر جب کسی تن درست آدمی کو کاٹتی ہیں، تو اس کے جسم میں بھی مرض کے جراثیم پہنچ جاتے ہیں، اور اس کو مرض میں مبتلا کرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔
جن کپڑوں میں جُوئیں ہوں، ان کو تیز گرم پانی میں ڈال کر دھوئیں، اور صابن لگائیں، روزانہ صابن لگا کر نہائیں، اگر سر میں جُوئیں ہوں، تو روزانہ نہائیں، اور سر کو اچھی طرح دھو کر نیم کا تیل لگائیں، اور صاف کپڑے پہنیں، چند روز تک یہ عمل جاری رکھیں، جس سے جُوئیں مر جاتی ہیں۔
پارہ اور گندھک کو چھ چھ ماشے لے کر کھرل کریں، جب وہ سُرمے جیسی ہو جائیں، تو اس میں چھ ماشے کمیلہ ملائیں، اور کھرل کر کے سرسوں کا تیل تین گنا ملا کر کھرل کر کے رکھیں، اس کے لگانے سے بھی ہر قسم کی جُوئیں مر جاتی ہیں۔

(48)...... کھٹمل کو مارنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ بہت موذی جانور ہے، جو انسان کو کاٹتا اور اس کا خون چوستا ہے، جب تک روشنی رہتی ہے، کھٹمل چھپا رہتا ہے، لیکن روشنی بجھتے ہی نکل آتا ہے، یہ جتنا موذی اور دھوکے باز جانور ہے، اتنا ہی سخت جان بھی ہے، سال کے بڑے حصہ میں خوراک کے بغیر بھی زندہ رہتا ہے، اور سوکھ کر اس کے جسم کی صرف جھلی باقی رہ جاتی ہے، سردیوں کے موسم میں عام طور پر یہ چھپا رہتا ہے، اور موسمِ بہار میں نکل آتا ہے، اور انسان کو سونے اور آرام نہیں کرنے دیتا، اور انڈے بچے دیکر اپنی نسل کو بھی بڑھاتا ہے، کھٹمل زیادہ تر گیلے سیلے مکان اور ایسی جگہوں میں زیادہ پایا جاتا ہے، جہاں صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا، کھٹمل کے کاٹنے سے مختلف بیماریاں بھی پیدا ہونے کے امکانات ہوتے ہیں، چنانچہ اس کے کاٹنے سے پلیگ (طاعون) اور کالا بخار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔
پیٹرول، مٹی کے تیل اور روغنِ تارپین سے کھٹمل ہلاک ہو جاتے ہیں۔

(49)...... مکھی کو مارنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ بھی موذی جانور ہے، البتہ احادیث میں شہد کی مکھی کو مارنے کی ممانعت آئی ہے، شہد کی مکھیوں سے لوگوں کا فائدہ وابستہ ہے، اور وہ قابلِ احترام ہیں، کیونکہ ان کے ذریعہ سے شہد اور موم تیار ہوتا ہے، اور گندگی کا سبب بھی نہیں ہوتیں، جبکہ دوسری مکھیوں سے اس قسم کا فائدہ وابستہ نہیں، بلکہ عام طور پر ان سے تکلیف پہنچتی ہے۔
شہد کی مکھی کے علاوہ دوسری مکھیاں انتہائی گھناؤنی اور گندی ہوتی ہیں، یہ پاخانہ، بلغم اور دوسری گلی سڑی

چیزوں پر بیٹھتی اوران کو چاٹتی ہیں،اس لئے ان گندگیوں میں موجود جراثیم ان کے منہ اورٹانگوں سے چمٹ جاتے ہیں، پھر یہی مکھیاں انسان کے ناک، منہ اور کھانے پینے کی چیزوں پرآ کر بیٹھ جاتی ہیں،اورانسان کی تندرستی خراب کرنے کا سبب بنتی ہیں،اوراس کی وجہ سے بعض اوقات ایسی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں، جو انسان کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہیں، ماہرین کے مطابق ہیضہ، پیچش اورسِل ودِق جیسے جان لیوا امراض کا اکثر سبب یہی مکھیاں ہوتی ہیں، جب مریض کے دست، قے اور بلغم وغیرہ پر یہ مکھیاں بیٹھتی ہیں،توان کے منہ اورٹانگوں پر یہ گندگیاں لگ جاتی ہیں،اوران گندگیوں میں ان بیماریوں کے اثرات اور جراثیم موجود ہوتے ہیں،ایسی حالت میں یہ ان گندگیوں سے اڑ کر تندرست آدمیوں کے منہ، ناک اورکھانے پینے کی چیزوں پرآ بیٹھتی ہیں،اوراپنے منہ اورٹانگوں پر لگے ہوئے اثرات وہاں چھوڑ دیتی ہیں،جس کے سبب سے تندرست لوگوں کے بیماری میں مبتلا ہونے کے خطرات ہوتے ہیں۔

سِل ودِق کے جراثیم اگرمکھی کے پیٹ میں پہنچ جاتے ہیں،تو وہ ہلاک ہونے کے بجائے اپنی نسل بڑھاتے ہیں،اورمکھی کے فضلہ کے ذریعہ باہر نکلتے رہتے ہیں،اورایسی مکھی جس جگہ بیٹھ کرفضلہ نکالتی ہے،وہاں اس مرض کے اثرات پہنچ جاتے ہیں۔

مکھی ایک مرتبہ سو سے ڈیڑھ سو تک انڈے دیتی ہے،جس سے بچے نکل کرمکھی بن جاتے ہیں،اور بڑی تیزی سے اس کی نسل بڑھتی ہے۔

اس لئے ہرشخص کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ اوراپنے اہلِ خانہ بلکہ تمام آبادی کی تندرستی کی حفاظت کے لئے مکھیوں کو دورکرنے کی تدبیر کرے۔

گندی مکھیاں زیادہ تر گندگی سے پیدا ہوتی ہیں،اس لئے سب سے پہلی اورضروری تدبیر صفائی ہے،مکان کی درودیواروں اوراس کے صحن کو صاف ستھرا رکھا جائے،کوڑا کرکٹ جمع نہ ہونے دیا جائے،اورنہ کسی جگہ گلی سڑی چیزیں رکھی جائیں،اگرکسی جگہ کچھ دیر کے لئے کوئی فضلہ ڈالا بھی جائے،تواس کو راکھ یا چونے سے ڈھک دیا جائے،اوراس کو جلد سے جلد وہاں سے اٹھا کر پھینک دیا جائے۔

کھانے پینے کی تمام چیزوں کو ڈھک کر رکھا جائے، اگر ہوسکے،توان کو جالی دارالماریوں میں یا ڈھکنوں سے ڈھک کر رکھا جائے، مٹھائی یا کھانے کی دوسری چیزوں کے چُورے کو بے احتیاطی سے اِدھراُدھرنہ ڈالا جائے،اگراتفاق سے گرجائے،تواس کو صاف کردیا جائے۔

پاخانے اور نالیوں میں فینائل چھڑک دی جائے، تو اس سے گندگی کے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔
گائے، بیل، بھیڑ، بکری، گھوڑے وغیرہ جانوروں کے لئے الگ اصطبل بنایا جائے، وہاں ان کی گوبر، لید وغیرہ جمع نہ ہونے دی جائے، اور اس کو پاک صاف رکھنے کے لئے روزانہ ریت یا راکھ پھیلا دی جائے۔

(50)...... مچھر کو مارنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ بھی موذی جانور ہے، مچھر کئی طرح کے ہوتے ہیں، جو انسان کو کاٹتے ہیں، اور بیماری کا سبب بنتے ہیں، مچھر بھی مکھی کی طرح کثرت سے انڈے دیتا ہے، مچھر کی پسندیدہ جگہ، جھیل، تالاب، چشمے، ندی نالے ہیں، جن کے کنارے گھاس پھوس بھی اُگا ہوا ہو، اس کے علاوہ دوسری نمی والی جگہوں میں بھی یہ پلتے بڑھتے ہیں، اگر آبادی کے پاس گڑھوں میں پانی بھرا ہوا ہو، گھر گیلا رہتا ہو، یا نالیوں کو صاف نہ کیا جاتا ہو، تو ایسی جگہوں پر بھی مچھر انڈے دیتے اور پلتے بڑھتے ہیں۔
مچھر دوسرے جانداروں کا خون چوسنے کا شوق رکھتا ہے، اس لئے یہ دوسری جگہوں سے اڑکر انسانوں کی آبادی کی طرف آتا ہے، اسے روشنی سے نفرت ہے، اس لئے یہ تنگ اور اندھیرے گھروں کے کونوں، الماریوں اور صندوقوں کے پیچھے چھپا رہتا ہے، اور شام کا اندھیرا پھیلنے پر اپنی کمین گاہ سے باہر آتا ہے، بھیں بھیں کرتا ہوا انسان اور دوسرے جانوروں کو کاٹتا اور ان کا خون چوستا ہے۔
مچھروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ سیاہ رنگ کو زیادہ پسند کرتا ہے اور اسی وجہ سے مچھر کالے رنگ کے لوگوں کو زیادہ کاٹتا ہے اور سیاہ لباس اور کپڑے پر بھی کثرت سے آتا ہے۔
مچھروں سے بچاؤ کے لئے گھر کو صاف ستھرا رکھنا چاہئے، پانی اِدھر اُدھر نہ پھینکا جائے، اور نہ کوڑا کرکٹ اور کسی طرح کی گندگی جمع ہونے دی جائے، پاخانہ اور نالیوں کو روزانہ صاف کر کے ان میں فینائل وغیرہ ڈالی جائے، گھر کے کونوں، الماریوں اور صندوقوں کے پیچھے کے حصہ کو روزانہ جھاڑا جائے، مکان کے دروازں اور کھڑکیوں اور روشن دانوں پر جالیاں لگوائی جائیں، یا مَلمَل کے باریک پردے لٹکائے جائیں اور گھر کے ساتھ سے گزرنے والی باہر کی نالیوں کو بھی صاف ستھرا رکھا جائے۔
یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ نیچے سونے کے مقابلہ میں چھت پر سونے سے مچھروں سے زیادہ بچاؤ رہتا ہے۔
مچھر اپنے انڈے، بچے ایسی جگہوں پر دیتے ہیں، جہاں پانی اکٹھا ہوتا ہے، اور کچھ گھاس پھوس پیدا ہوتا ہے، جیسے جوہڑ، تالاب، جھیل اور پانی سے بھرے ہوئے گڑھے، اس کے علاوہ گیلی سیلی زمین جہاں پانی گرایا جاتا ہو، اور کوڑا کرکٹ اکٹھا رہتا ہو، مچھروں کو پسند ہے، اس لئے گھروں کو خشک رکھنا چاہئے، اور کوڑا

کرکٹ اکٹھا نہیں ہونے دینا چاہئے۔

مکان میں نیم کے پتے جلانے یا گندھک اورلوبان کی دھونی دینے سے بھی مچھر مر جاتے یا مکان سے بھاگ جاتے ہیں۔

(51)...... لال بیگ یا کاکروچ(Cockroach) نام کے کیڑے کو بھی مارنا جائز ہے، یہ بھی گندگی اورغلاظت سے پیدا ہوتا ہے۔

لال بیگ یا کاکروچ نامی کیڑے طرح طرح کی غلاظت اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں اور یہ غلاظت کسی بھی کھانے میں شامل کرسکتے ہیں، یہ پیٹ اور آنتوں کی کئی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

اس لئے لال بیگ سے بچنے کی تدبیریں کرنی چاہئیں۔

کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھک کر رکھئے، شکر، مربے، مٹھائی، شہد، ڈبل روٹی، مکھن وغیرہ کو اچھی طرح ڈھانپ کر رکھئے، جہاں تک ممکن ہو باورچی خانے اور گودام کے دروازوں کو بند کردیجئے، دیواروں اور فرش پران کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ چھوڑیئے، الماریوں وغیرہ میں کاغذ نہ بچھایئے، کیونکہ یہ ان کی پناہ گاہ ثابت ہوتا ہے، کھانے کے ریزوں اور چکنائی کے دھبوں کو فوراً صاف کیجئے، الماریوں وغیرہ کو بار بار کھول کر دیکھتے رہیئے، اگر ان میں لال بیگ وغیرہ نظر آئیں تو فوراً ماردیجئے، کوڑا کرکٹ کو جلدی سے پھینک دیجئے اور جلادیجئے، مرغیوں کے ڈربے اور مویشیوں کے باڑے وغیرہ کو صاف رکھئے، نالیوں کو پانی بہا کر صاف کرتے رہیئے، کھانے پینے کی کوئی چیز نالی وغیرہ میں نہ بہایئے۔

الغرض کوئی ایسی چیز، جو لال بیگوں کی غذا بن سکے گھر اور اس کے گردونواح میں نہ رہنے دیجئے، جراثیم کش چیزوں کو باقاعدگی سے استعمال کرتے رہیئے، اور صفائی کا اہتمام رکھئے۔

(52)...... آج کل مختلف کیڑے مار ادویہ (پاؤڈر اور اسپرے) رائج ہیں، موذی حشرات کو مارنے کے لئے ان کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

(53)...... زندہ جانور کو آگ میں جلانا جائز نہیں، البتہ جانور کے مرجانے کے بعد اور اسی طرح موذی جانور کو ذبح یا قتل کرنے کے بعد اس کے زہریلے اثرات سے فضا کو محفوظ رکھنے کے لئے جلانا جائز ہے۔

اور اگر کسی زندہ جانور کی ایذاء سے بچنے کا جلائے بغیر حل نہ ہوتا ہو، تو ایسی مجبوری میں جلانے کی گنجائش ہے۔

بعض لوگ کسی زندہ جانور کو دوا میں ڈالنے کے لئے زندہ حالت میں کھولتے ہوئے گرم پانی یا روغن میں ڈال دیتے ہیں، یہ گناہ ہے۔

چارپائی میں کھٹمل یا کپڑوں میں جوئیں ہوجانے کی صورت میں بعض اوقات تیز گرم پانی کے بغیر ان سے نجات حاصل نہیں ہوتی، ایسی صورت میں تیز گرم پانی یا بجلی کے کرنٹ سے ان کو مارنے کی گنجائش ہے۔

بعض علاقوں میں سیہہ یعنی خارپشت نام کا جانور کھیتی کو بہت نقصان پہنچاتا ہے، اور زمین میں رہتا ہے، اور بعض اوقات جب تک زمین کو آگ نہ لگائی جائے، یا کرنٹ لگا کر اس کو نہ مارا جائے، اس سے نجات حاصل نہیں ہوتی، ضرورت کے وقت اس کی بھی گنجائش ہے۔

آج کل مچھروں کو مارنے کے لئے ایک برقی آلہ کری کری وغیرہ کے نام سے ملتا ہے، جس میں مخصوص بلب روشن ہوتا ہے، اور اس روشنی پر مچھر آ کر تاروں کے کرنٹ کی زد سے مرجاتے ہیں۔

بامرِ مجبوری اس کے استعمال کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ مچھروں وغیرہ کو کسی اور طرح سے اتنی آسانی کے ساتھ مارنا مشکل ہوتا ہے۔

(54)...... مچھلیوں کا شکار کرنے کے لئے پانی میں اس طرح کرنٹ چھوڑنا کہ جس سے چھوٹی بڑی اور کارآمد وغیر کارآمد سب مچھلیاں مرجائیں، یہ بھی جائز نہیں۔

(55)...... جن جانوروں کا گوشت کھانا جائز نہیں، اگر ان کو موذی ہونے کی وجہ سے قتل کرنا مقصود ہو، تو اگر ان میں بہتا خون نہیں ہے (جیسا کہ بھڑ، مکھی، مچھر وغیرہ) تو ان کو تو جس طرح بھی چاہیں ضرب وغیرہ مار کر قتل کر دیا جائے، مگر زائد از ضرورت تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

البتہ جن جانوروں میں بہتا خون ہوتا ہے، جیسا کہ موذی کتا، موذی بندر، موذی بلی، بھیڑیا، شیر، چیتا وغیرہ تو اگر ممکن ہو ان کو شرعی طریقہ پر ذبح کر کے قتل کرنا بہتر ہے۔

اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کوئی دھار دار چیز دور سے بسم اللہ پڑھ کر قتل کیا جائے، اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو بندوق وغیرہ کی گولی سے ماردیا جائے۔

(56)...... اسلامی تعلیمات کی رُو سے جانور کو ذبح کرنے کے لئے قربان گاہ کی طرف نرمی اور آہستگی سے ہانک کر لے جانا چاہیے، بلاضرورت ٹانگ، دُم وغیرہ سے گھسیٹ کر اور کھینچ کر تکلیف نہ پہنچائی جائے، اور حتی الامکان نرمی والا معاملہ اور برتاؤ کرنا چاہیے۔

جانور کو ذبح کرتے وقت تیز دھاردار آلہ سے ذبح کرنا چاہئے، اوراس کے سامنے اوزار یعنی چھری وغیرہ تیز نہیں کرنا چاہئے، اورایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنے سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے، اور ذبح ہونے کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہوجائے، اس کی کھال وغیرہ نہیں اتارنی چاہئے، اوراسی طرح کی کوئی دوسری تکلیف بھی نہیں پہنچانی چاہئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت نے جانور کے ذبح کئے جانے سے پہلے اور ذبح کئے جانے کے دوران اور ذبح کئے جانے کے بعد ہر موقع پر اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم دی ہے، جس کی کسی دوسرے مذہب میں مثال ملنا مشکل ہے۔

مگر آج کل بہت سے لوگ ذبح یا فروخت کئے جانے والے جانوروں کے ساتھ بہت ظلم کرتے ہیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے گاڑیوں میں کھڑے کرکے لگاتار گھنٹوں گھنٹوں کا سفر کرتے ہیں، اورزیادہ پیسے کمانے کی خاطر تنگ جگہ میں اتنے جانور کھڑے کرلیتے ہیں، کہ ان کے ہلنے کی جگہ نہیں ہوتی، اورطویل سفر کے دوران ان کے کھانے پینے کا بھی لحاظ نہیں کرتے، بعض اوقات یہ جانور ایک دوسرے کے اوپر گر کر زخمی یا فوت بھی ہوجاتے ہیں۔

جانوروں کو گاڑی میں چڑھاتے اوراتارتے وقت بھی بہت ظلم کیا جاتا ہے، جس سے جانور زخمی بھی ہوجاتے ہیں، بعض اوقات کسی جانور کی ٹانگ وغیرہ بھی ٹوٹ جاتی ہے۔

اور بہت سے قصاب حضرات جب یومیہ یا عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، وہ بھی جانوروں پر طرح طرح سے ظلم کرتے، اور جانور کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔

مرغیوں کی نقل وحمل اور بودوباش اور ذبح کے سلسلہ میں بھی آج کل بہت زیادہ مظالم سامنے آرہے ہیں، اوران مظالم کے عام رواج اور روزمرہ کا معمول بن جانے کی وجہ سے ان کی طرف شاید کسی کی توجہ بھی نہیں ہوتی، مرغیوں کی عموماً ٹانگیں پکڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ اس طرح پھینکا جاتا ہے، جس طرح جمادات اوراینٹوں پتھروں کو پھینکا جاتا ہے۔

مرغیوں کی حرکت بند کرنے کے لئے ان کے دونوں طرف کے بازو باہم اس طرح ایک دوسرے میں داخل کردیئے جاتے ہیں جس طرح کسی دھاگے یا کپڑے میں گرہ لگائی جاتی ہے، ذبح کرنے کے لئے جب مرغیوں کو پکڑا جاتا ہے تو بے دردی سے پکڑا جاتا ہے، اور جب ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجایا

جاتا ہے تو اس طرح ایک دوسرے کے اوپر چڑھا دیا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کے اوپر تلے ہونے اور مزید براں راستہ میں نقل وحمل کے دوران غیر معمولی حرکت یا کسی جگہ منہ وغیرہ پھنس جانے کی وجہ سے بہت سی مرغیاں ذبح سے پہلے ہی تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتی ہیں۔

ذبح کرتے وقت عموماً سر سے پکڑ کر اور لٹکا کر اور گلے پر الٹی سیدھی چھری پھیر کر گندے اور غلاظت والے خون آلودہ مقام پر اوپر تلے مرغیوں کو اس طرح پھینکا جاتا ہے کہ گویا کہ ان کے کوئی حقوق ہی نہیں۔

پھر ذبح شدہ مرغیوں کے ٹھنڈا ہونے اور پوری طرح جان نکلنے سے پہلے ہی ان کی کھال ادھیڑنی شروع کر دی جاتی ہے، جس سے مرغیوں کو غیر معمولی تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح مرغی فروشوں کی دوکانوں پر زندہ مرغیوں کے بالکل سامنے دوسری مرغیوں کو ذبح کیا جاتا ہے، اور ذبح ہونے والی مرغیوں کو روتی بلکتی اور تڑپتی ہوئی دیکھ کر قریب میں موجود زندہ مرغیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

اگرچہ وہ بے زبان جانور اپنی زبان سے بول کر اس تکلیف کا اظہار کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

اگر موجودہ دور میں جگہ کی تنگی اور بعض انتظامی مجبوریوں کے باعث شریعت کے مذکورہ احکام پر کلی طریقہ پر عمل نہ ہو سکے، تو اپنی طرف سے ممکنہ حد تک عمل کا اہتمام کرنے میں تو کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان بے زبان جانوروں کو تکلیف پہنچانے کی جو جو صورتیں بھی ہمارے معاشرے میں رواج پکڑ گئی ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچایا جائے، اور بے زبان جانوروں کو تکلیف پہنچا کر ان کی خاموش بددعاء کے وبال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔ اور جانوروں کے حقوق کی ہر مرحلہ پر ممکنہ حد تک رعایت کی جائے۔

(57)...... اسلام میں جانوروں اور خاص کر غیر موذی اور خدمت گار جانوروں کو برا بھلا کہنے اور لعن طعن کرنے کی ممانعت ہے۔

کسی جانور پر لعن طعن کرنا اور اس سے بھرپور خدمت بھی لینا بہت برا طریقہ ہے، اس لئے جانور پر لعن طعن کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

آج کل بہت سے لوگ اپنے کام کاج میں استعمال ہونے والے جانوروں کو بات بات پر لعن طعن کرتے رہتے ہیں، اور اسی کے ساتھ ان سے کام بھی لیتے رہتے ہیں، یہ انتہائی نامناسب طرزِ عمل ہے۔

بہت سے لوگ گھوڑے یا گدھے پر سفر کرتے اور بوجھ لادتے ہیں یا اس کو صبح سے شام تک تانگے یا گاڑی

میں باندھ کر کام لیتے ہیں، اور بات بات پر اس کو گالیاں دیتے اور طعن و تشنیع کرتے ہیں، جو کہ سخت گناہ اور باعثِ وبال حرکت ہے۔

(58)...... آج کل بہت سے لوگ مختلف قسم کے جانوروں کو منحوس سمجھتے، اور ان سے بدفالی اور مختلف طرح کی بدشگونی لیتے ہیں، حالانکہ جانوروں میں نحوست یا بدشگونی کا عقیدہ رکھنا غلط ہے، اور دراصل اس قسم کا عقیدہ و نظریہ زمانۂ جاہلیت سے تعلق رکھتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ بعض چیزوں میں نحوست کا عقیدہ رکھتے تھے، اسلام نے اس کی تردید فرمادی۔

(59)...... بعض لوگ کسی مصیبت، حادثہ، آفت یا بیماری کے وقت بکرے کے ذبح کرنے کو اور اس میں بھی کالے سیاہ رنگ کا بکرا ذبح کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مصیبت و آفت بکرے کے خون کے بدلے میں ٹل جاتی ہے، اور اس کو خون بہا یا جان کا بدلہ قرار دیتے ہیں۔

مگر ایسی حالت میں شریعت کی طرف سے بکرا ذبح کرنے کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا بکرا ذبح کرنے کو ضروری یا زیادہ ثواب سمجھنا غلط ہے۔

البتہ صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، مگر صدقہ کے لئے بکرے یا کسی جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں، بلکہ کسی بھی ضرورت کی چیز یا روپیہ پیسہ کی شکل میں صدقہ کیا جاسکتا ہے، پھر اس بکرے کے ساتھ کالے اور سیاہ رنگ کے ہونے کی تخصیص کے کیا معنیٰ؟

(60)...... بعض لوگ مکہ و مدینہ میں کبوتروں اور دوسرے پرندوں کو اناج، چاول باجرا وغیرہ ڈالنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، یہاں تک کہ بہت سے لوگ حج و عمرہ پر جانے والوں کو اس غرض کے لئے رقم فراہم کرتے ہیں، پھر وہاں گلی کوچوں، راستوں اور بازاروں میں اور چلنے والوں کے پیروں کے نیچے اس رزق کی بے حرمتی ہوتی ہے اور چلنے والوں کو راستہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، حتیٰ کہ صفائی کے لئے وہاں جاروب کشوں کے کام میں اضافہ ہوجاتا ہے، اور بعض جاہل اس کی منت اور نذر بھی مانتے ہیں، بلاشبہ پرندوں کو کھلانا پلانا باعث اجر و ثواب ہے، لیکن اس میں اتنا غلو کرنا جیسا کہ عام لوگوں نے سمجھا ہوا ہے، اور رزق کی بے ادبی کرانا، درست نہیں، لہٰذا اس طرح کی بے حرمتی اور غلو سے بچنا ضروری ہے، البتہ حدود کے اندر رہتے ہوئے ان خرابیوں سے بچ کر ایک طرف ڈالنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ رزق کا ضیاع نہ ہو اور حد سے تجاوز نہ ہو۔

(61)...... جب گدھے یا کتے کی آواز سنیں،تو یہ دعاء پڑھنا سنت ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

ترجمہ: میں پناہ(وحفاظت) چاہتا ہوں،اللہ کے ذریعہ شیطان مرُدود سے(ابوداؤد)

(62)...... جب مرغ کے اذان دینے کی آواز سنیں،تو یہ دعاء پڑھنا سنت ہے:

اَسْأَلُ اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ

ترجمہ: میں اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرتا ہوں(بخاری)

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط2

مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت فراعنہ مصر کے اس عہد میں ہوئی، جب قومِ موسیٰ یعنی بنی اسرائیل فرعون اور اس کی قبطی قوم کے ہاتھوں ذلت وغلامی کا طوق پہنے ظلم وزیادتی کی چکی میں بری طرح پس رہی تھی، مصر کی حکومت پر جتنے بھی بادشاہ فرعون کے نام سے گزرے ہیں، عہدِ موسیٰ کا فرعون ان سب میں بہت ظالم وجابر تھا، اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل نہ تھا، بلکہ یہاں تک حد سے گزر گیا تھا کہ اس نے رب ہونے کا دعویٰ ہی کر دیا تھا، اور اپنے آپ کو نہ صرف رب بلکہ ''ربِ اعلیٰ'' کہا کرتا تھا۔

عہدِ موسیٰ کے فرعون کے نام میں مؤرخین کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک اس کا نام ''ولید بن مصعب بن ریان'' تھا، اور بعض کے نزدیک ''مصعب بن ریان'' تھا، اور بعض کے نزدیک ''ریان بن ریان ابا'' تھا، اور بعض جدید مورخین کے نزدیک یہ فرعون ''ریمسیس ثانی'' کا بیٹا ''منفتاح'' تھا، جس کا دورِ حکومت ۱۲۹۲ ق م سے شروع ہو کر ۱۲۲۵ ق م پر ختم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

فرعون کے بنی اسرائیل کے ساتھ سلوک وبرتاؤ کا نقشہ قرآن مجید نے جا بجا کھینچا ہے، جن میں سے ایک آیت کا مضمون یہ ہے:

اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ وَیَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَہُمۡ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ (سورۃ القصص، رقم الآیۃ ۴)

یعنی ''بے شک فرعون زمین پر سرکش ہو گیا تھا اور وہاں کے لوگوں کے کئی گروہ کر دیئے تھے، ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کر رکھا تھا، ان کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا بیشک وہ مفسدوں میں سے تھا''

فرعون نے اپنے قوم وقبیلہ ''قبطیوں'' کو مصر کی مراعات یافتہ اور اشرافی طبقہ بنایا تھا، جن کا ریاستی وسائل

کے بل بوتے پر اور پسے ہوئے طبقات کی خون پسینے کی کمائی سے ہمہ وقت پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہوتا تھا، منہ میں سونے کا چمچ لے کر قبطیوں کی اولاد دنیا میں آتی تھی۔

جبکہ اولادِ یعقوب یعنی بنی اسرائیل، مصری سوسائٹی میں دوسرے درجے کے شہری تھے، جن کے حقوق تو واجبی تھے ہی، البتہ فرائض وخدمات ان کی ہر نوع کی اور ہمہ وقتی تھیں، اور اس حد تک تھیں کہ بقدرِ کفاف روزی روٹی کے بدلے وہ جانور کی طرح مقتدرہ اور اشرافیہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوں۔

جس طرح ہر کمال کے لئے زوال ہوتا ہے، اور جب ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آتی ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس ظالم کو اپنی پکڑ میں لے کر نیست ونابود کردیتے ہیں، اور مظلوم کی مدد فرماتے ہیں۔

اس طرح جب فرعون کے مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے، اور بنی اسرائیل فرعون کے ظلم سے تنگ آ گئے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا فیصلہ فرمایا گیا، تاکہ فرعون کے ظلم وستم سے بنی اسرائیل کو نجات عطا فرمائی جائے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ. وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ(سورة القصص، رقم الآية ۵،۶)

یعنی ''اور ہم چاہتے تھے کہ ان پر احسان کریں جو ملک میں کمزور کیے گئے تھے اور انھیں سردار بنا دیں اور انھیں وارث کریں۔ اور انھیں ملک پر قابض کریں اور فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھا دیں جس چیز کا ان کو خطرہ تھا'' [1]

لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آیا، تو فرعون کو اس زمانہ کے کاہنوں، نجومیوں

---

[1] (إن فرعون علا فى الأرض وجعل أهلها شيعا) أى تجبر وعتا وطغى وبغى وآثر الحياة الدنيا وأعرض عن طاعة الرب الأعلى وجعل أهلها شيعا أى قسم رعيته إلى أقسام وفرق وأنواع يستضعف طائفة منهم وهم شعب بنى إسرائيل الذين هم من سلالة نبى الله يعقوب بن إسحق بن إبراهيم خليل الله وكانوا إذ ذاك خيار أهل الأرض *وقد سلط عليهم هذا الملك الظالم الغاشم الكافر الفاجر يستعبدهم ويستخدمهم فى أخس الصنائع والحرف وأردأها وأدناها ومع هذا (يذبح أبناء هم ويستحى نساء هم إنه كان من المفسدين)(البداية والنهاية، ج ۱ ص ۲۷۴، قصة موسىٰ الكليم، وايضاً فى قصص الانبياء لابنِ كثير)

اورقیافوں نے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا،جس کی وجہ سے تیری حکومت کا زوال ہوگا۔
اوربعض تاریخی روایات میں یہ بھی ہے کہ فرعون نے ایک بھیانک خواب دیکھا تھا،جس کی تعبیر اس کے دربار کے منجموں اورکاہنوں نے یہی دی تھی کہ تیری اس حکومت کا زوال بنی اسرائیل کے ایک لڑکے کی وجہ سے ہی ہوگا۔ [1]

بعض روایات میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ بنی اسرائیل میں یہ چیز طویل زمانہ سے مشہور تھی اورایک دوسرے سے منتقل ہوکر چلی آرہی تھی کہ ان کی اولاد میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا،جس کے ہاتھوں مصر کے بادشاہ(فرعون) کی ہلاکت ہوگی،جس کی خبر کسی ذریعہ سے فرعون کی قوم کے ایک قبطی کو ہوگئی،اوراس طرح یہ بات فرعون تک پہنچ گئی۔ [2]

فرعون تک اس بات کے پہنچنے کا چاہے کوئی بھی ذریعہ ہو،لیکن بہرحال فرعون کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ میری ہلاکت بنی اسرائیل کے کسی لڑکے کی وجہ سے ہوگی،تو فرعون نے اس کا حل یہ نکالا کہ اس نے حکم جاری کردیا کہ آج کے بعد بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہوگا،اس کو بچپنے ہی کی حالت میں ذبح کردیا جائے۔

چنانچہ فرعون کا حکم جاری ہوتے ہی بنی اسرائیل کے بچوں کا قتلِ عام شروع ہوگیا،بعض روایات کے

---

[1] قال علماء السير :قالت الكهنة لفرعون :يولد مولود فى بنى إسرائيل يكون هلاكك على يده(المنتظم لابن الجوزى، ج ا ص ۳۳۳، باب ذكر موسىٰ عليه السلام)

وذكر السدى عن أبى صالح وأبى مالك عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وعن أناس من الصحابة :أن فرعون رأى فى منامه كأن نارا قد أقبلت من نحو بيت المقدس، فأحرقت دور مصر وجميع القبط ولم تضر بنى إسرائيل *فلما استيقظ هاله ذلك، فجمع الكهنة، والحزاة، والسحرة، وسألهم عن ذلك فقالوا :هذا غلام يولد من هؤلاء ، يكون سبب هلاك أهل مصرعلى يديه فلهذا أمر بقتل الغلمان وترك النسوان(البداية والنهاية، ج ا ص ۲۷۵، قصة موسىٰ الكليم، وايضاً فى قصص الانبياء لابنِ كثير)

[2] وكان الحامل له على هذا الصنيع القبيح إن بنى إسرائيل كانوا يتدارسون فيما بينهم، ما يأثرونه عن إبراهيم عليه السلام من أنه سيخرج من ذريته غلام يكون هلاك ملك مصر على يديه، وذلك والله أعلم حين كان جرى على سارة امرأة الخليل من ملك مصر من إرادته إياها على السوء وعصمة الله لها *وكانت هذه البشارة مشهورة فى بنى إسرائيل فتحدث بها القبط فيما بينهم، ووصلت إلى فرعون، فذكرها له بعض أمرائه وأساورته، وهم يسمرون عنده، فأمر عن ذلك بقتل أبناء بنى إسرائيل، حذرا من وجود هذا الغلام، ولن يغنى حذر من قدر(البداية والنهاية، ج ا ص ۲۷۵، قصة موسىٰ الكليم، وايضاً فى قصص الانبياء لابنِ كثير)

مطابق فرعون کے حکم سے ستر ہزار کے قریب نومولود بچے ذبح کیے گئے۔ [1]

فرعون نے جب بنی اسرائیل کے بچوں کا بہت زیادہ قتلِ عام کیا، تو اس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کی تعداد کم ہونے لگی، تو اس کو بعض مشیروں وزیروں نے مشورہ دیا کہ اگر ہم نے اس طرح بنی اسرائیل کا قتلِ عام جاری رکھا، تو بنی اسرائیل کی تعداد بہت کم ہوجائے گی، تو ہماری خدمت کرنے کے لئے غلام، خادم وغیرہ پھر کہاں سے آئیں گے، جو ہماری خدمت کریں گے، تو فرعون نے اپنے حکم میں تبدیلی کی، اور یہ حکم جاری کیا کہ ایک سال جو بچے پیدا ہوں، ان کو تو قتل کیا جائے گا، اور اس سے اگلے سال جو بچے پیدا ہوں گے، ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

چنانچہ جس سال بچوں کو قتل نہیں کیا گیا، اس سال تو حضرت ہارون علیہ السلام کی ولادت ہوئی، اور اس کے تین سال بعد جس سال میں بچوں کو قتل کیا جارہا تھا، اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ [2]

---

[1] فأمر بذبح أبنائهم، ثم اشتكت القبط إلى فرعون وقالت :إن دمت على الذبح فلم يبق من بنى إسرائيل من يخدمنا، فصار يذبح سنة ويترك سنة.
فولد هارون فى السنة التى لا يذبح فيها، وولد موسى بعده بسنة.
وقال قوم :بينهما ثلاث سنين.
قال وهب :بلغنى أنه ذبح سبعين ألف وليد(المنتظم لابن الجوزى، ج ا ص ٣٣٣، باب ذكر موسىٰ عليه السلام)

[2] وقد ذكر غير واحد من المفسرين أن القبط شكوا إلى فرعون قلة بنى إسرائيل بسبب قتل ولدانهم الذكور وخشى أن تتفانى الكبار مع قتل الصغار فيصيرون هم الذين يلون ما كان بنو إسرائيل يعالجون فأمر فرعون بقتل الأبناء عاما وأن يتركوا عاما فذكروا أن هرون عليه السلام ولد فى عام المسامحة عن قتل الأبناء وأن موسى عليه السلام ولد فى عام قتلهم فضاقت أمه به ذرعا واحترزت من أول ما حبلت ولم يكن يظهر عليها مخائيل الحبل(البداية والنهاية، ج ا ص ٢٧٥، ٢٧٦، قصة موسىٰ الكليم، وايضاً فى قصص الانبياء لابنِ كثير)

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

قدرتی ہوااور فطری روشنی کی ضرورت وافادیت

زندگی کو قائم رکھنے کے لئے سب سے ضروری چیز ہوا اور روشنی ہے، آدمی بغیر کھائے پیئے کئی ہفتے زندہ رہ سکتا ہے، لیکن بغیر ہوا کے وہ پانچ سات منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا، اور یہ ضرورت انسان ہی پر موقوف نہیں، بلکہ ہر قسم کے جاندار اور نباتات کی زندگی کا دارومدار ہوا اور روشنی پر ہے، اگر کسی چھوٹے جاندار کو کسی ڈبیہ یا ایسی چیز میں بند کردیا جائے، جہاں اس کو ہوا نہ مل سکے، تو وہ تھوڑی دیر میں دَم گھٹ کر مر جائے گا، اسی طرح اگر کسی پودے کو ہوا اور روشنی سے محروم کردیا جائے، تو اس کی رنگت زرد پڑ جائے گی، اور اس کی بڑھوتری رک جائے گی، اور آخر کار مُرجھا کر اس کی زندگی ختم ہوجائے گی۔

یہی حال انسان کا ہے، اگر وہ عرصے تک تازہ کھلی ہوا اور روشنی سے محروم رہے، تو اس کی تندرستی خراب ہوجاتی ہے، وہ طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے، شہروں میں گنجان آبادی اور تنگ وتاریک مکانوں میں رہنے والی عورتوں اور بچوں کی رنگت زرد پڑ جاتی ہے، اور ان کی عام صحت خراب ہوجاتی ہے، ان میں بہت سے سِل ودق جیسی خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، کیونکہ وہ تازہ ہوا اور روشنی سے محروم ہوتے ہیں۔

جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہمارے پھیپھڑوں کو دو حرکتیں کرنی پڑتی ہیں، پہلی حرکت میں وہ سکڑ کر اندر کی خراب زہریلی ہوا کو نکال دیتے ہیں، اور اسی وقت دوسری حرکت میں سانس کے ذریعہ ہوا کو اپنے اندر کھینچ لیتے ہیں، یہ سانس کے ذریعے کھینچی ہوئی ہوا خون کو صاف کرتی اور ہماری تن درستی کو قائم رکھتی ہے، بشرطیکہ یہ ہوا تازہ اور پاک صاف ہو۔

جس طرح ہماری خواہش ہوتی ہے کہ جو پانی ہم پیتے ہیں وہ صاف ہونا چاہیے، اسی طرح جس ہوا میں ہم سانس لیتے ہیں اس کے بھی صاف ہونے کی خواہش ہونی چاہئے۔

جس طرح قدرتی ہوا صحت کے لئے ضروری اور مفید ہے، اسی طرح قدرتی سورج کی روشنی بھی صحت کے لئے ضروری اور مفید ہے۔

ہوا جس قدر پاک وصاف ہوگی اسی قدر صحت وتندرستی بہتر ہوگی۔ چنانچہ جو لوگ کھلی فضا اور تازہ یعنی

قدرتی ہوا اور فطری روشنی میں رہتے ہیں وہ تندرست مضبوط خوبصورت اور خوش اخلاق ہوتے ہیں، برخلاف اس کے کہ جو لوگ تنگ و تاریک مکانات اور کثیف ہوا میں رہتے ہیں وہ کمزور نحیف اور ضعیف ہوتے ہیں اور ان میں چونکہ قوتِ مدافعت کمزور ہوتی ہے، ان پر جراثیم حملہ آور ہوتے ہیں، اور ان کے خون کے سفید ذرات مغلوب ہو جاتے ہیں، اس لیے وہ مختلف بیماریوں مثلاً سر کا درد، بھوک کی کمی، نزلہ، بخار، بے خوابی، اعصابی کمزوری، اور خون میں بگاڑ وغیرہ میں اکثر مبتلا رہتے ہیں۔

تازہ اور قدرتی ہوا سے انسان کا دل اور جگر، معدہ اور پھیپھڑے درست ہو جاتے ہیں، جس طرح مچھلیاں سمندر میں رہنے والی مخلوق ہیں، اسی طرح انسان ہوا کے سمندر کا حیوان ہے، یہی وجہ ہے کہ انسانوں کو تازہ صاف ہوا کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

جس ہوا سے ایک بار سانس لے لیا گیا ہو وہ ہوا کثیف یعنی خراب ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے سانس کے لئے تازہ ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔

تازہ ہوا میں ایسے قدرتی کیمیائی اجزا ہوتے ہیں جو جراثیم کُش دوا کا کام کرتے ہیں۔

سورج کی روشنی میں بھی جراثیم کُش دوا کی خاصیت پائی جاتی ہے، بیماریوں کو پھیلانے والے زیادہ تر جراثیم سورج کی روشنی میں مر جاتے ہیں۔

مناسب مقدار میں کھلی فضاء میں پیدل چل کر ہوا خوری کرنا صحت کی حفاظت کا اہم اصول ہے، اگر باغیچہ یا کھلا میدان میسر نہ ہو، تو چھت کے اوپر بھی کسی حد تک یہ مقصد پورا کیا جا سکتا ہے۔

بعض حضرات کمی وقت کا بہانہ پیش کرتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر وہ ہوا خوری نہیں کر سکتے تو ان کو بیمار ہو کر پلنگ یا بیڈ پر پڑے رہنے کے لئے بہت زیادہ وقت نکالنا پڑے گا۔

انسان کو اعلیٰ درجہ کی حیات بخش نسیم سحر جو طلوع آفتاب سے پہلے چلتی ہے، یہ صحت کے لئے بہت مفید ہے، کیونکہ اس وقت کی ہوا قدرے صاف ہوتی ہے، اس کے بعد سورج نکلنے کے وقت کی شعاعیں موذی جراثیم ہلاک کرتی ہیں، اور صحت قائم رکھتی ہیں اور جسم میں قوتِ مدافعت پیدا کرتی ہیں، اس وقت میں ہوا خوری، سیر یا ورزش زیادہ مفید ہے۔

صبح کی سیر کو صحت کیلئے ہمیشہ سے اکیسر سمجھا جاتا ہے اور واقعی آلودگی کے اس دور میں صبح کی صاف و شفاف ہوا ایک نعمت سے کم نہیں۔

عالمی ادارۂ صحت کا کہنا ہے کہ بیماریوں کی روک تھام کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ عمارتوں میں ایسا اِنتظام موجود ہو جس کے ذریعے تازہ قدرتی ہوا اور کسی قدر فطری روشنی عمارت کے ہر حصے میں داخل ہو سکے، اور ہسپتالوں میں ہوا کی آمدورفت کے مناسب اِنتظامات کیے جائیں تاکہ بیماریوں کے پھیلنے کا اِمکان کم ہوجائے۔

سونے کے کمرے اور کام کرنے کے کمروں کے کواڑ، کھڑکیاں اور روشن دان آر پار کھلے رکھنے چاہئیں تاکہ تازہ ہوا کی آمدورفت باقاعدہ جاری رہے۔

سگریٹ اور حقہ کا دھواں بھی ہوا کو خراب کرتے ہیں، سگریٹ کی زہریلی گیس سے دھواں سانس کے اندر جا کر کھانسی اور ضیق النفس پیدا کرتا ہے، اسی طرح بدبو اور گندی چیزیں بھی ہوا کو خراب کرتی ہیں۔

گندگی اور بدبو پھیلنے سے فضاء آلودہ ہوجاتی ہے، اور پھر وہ سانس کے ذریعہ سے اندر داخل ہو کر یا جسم اور اس کے اعضاء، بلکہ کھانے پینے، رہنے سہنے کی چیزوں سے ٹکرا کر مختلف بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔

گرد و غبار وغیرہ میں ہوا شامل ہو کر سانس کے ذریعہ سے پھیپھڑوں میں پہنچ کر مختلف قسم کے امراض کا سبب بنتا ہے۔

جو لوگ گرد و غبار والی جگہ میں کام کرتے ہوں، ان کو احتیاط کرنا بہت ضروری ہے۔

چنانچہ سنگ تراش اور اسی طرح ریت، بجری وغیرہ میں کام کرنے والوں اور اسی طرح روئی دُھننے والوں کو کام کے دوران منہ، ناک پر کوئی کپڑا یا ماسک وغیرہ استعمال کرنا چاہئے، اور آنکھوں پر پلاسٹک کے عدسوں والی عینک استعمال کرنا اور کھانے کے بعد تھوڑا سا گڑ کھالینا مفید ہے۔

جب موٹر سائیکل پر سوار ہوں، تو ہیلمٹ پہننے سے گرد و غبار سے کسی قدر حفاظت رہتی ہے، اسی طرح گرد و غبار والی جگہ گاڑی میں بیٹھ کر گزرتے وقت گاڑی کے شیشے بند کرلینے سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

رات کو کواڑ اور کھڑکیاں بند کر کے ہرگز نہ سوئیں، اور نہ گھر میں دھواں کریں، گھر کے کچن سے دھواں خارج ہونے کے لئے کھڑکی، روشن دان وغیر کھلا رکھیں، بیت الخلاء کی بدبو کے اخراج کے لئے بھی راستہ رکھیں، منہ ڈھک کر سونے کو بھی اسی لئے منع کیا جاتا ہے کہ اس صورت میں سانس کے ذریعے نکلی ہوئی خراب ہوا اوڑھے ہوئے کپڑے میں بند رہتی ہے، اور تازہ صاف ہوا میسر نہیں آتی، اسی طرح جس مکان میں مویشی بندھے ہوئے ہوں یا زیادہ آدمی جمع ہوں، ان کے سانس لینے سے اس جگہ کی ہوا خراب ہوجاتی ہے، اور اس

میں سانس لینے سے تندرستی میں خلل پڑ جاتا ہے،لہٰذاوہاں تازہ اور صاف وقدرتی ہوا کا انتظام رکھنا چاہیئے۔
رات کے وقت درختوں سے زہریلی ہوا خارج ہوا کرتی ہے،اس لئے رات کو درختوں کے نیچے سونے سے منع کیا جاتا ہے،البتہ درختوں کو مناسب جگہ لگانے سے فضاء کی آلودگی میں کمی آتی ہے۔
کوئی مکان مدت سے بند پڑا ہوا ہو،تو اس کے اندر کی ہوا بھی خراب ہوجاتی ہے،اس میں داخل ہونے سے پہلے اس کے دروازوں کو کچھ دیر تک کھلا چھوڑ دینا چاہیئے،اور مکان کو اچھی طرح پاک صاف کرنے کے بعد رہنے سہنے کے کام میں لانا چاہیئے۔
اسی طرح جو کنویں اور تہہ خانے وغیرہ مدت تک بند پڑے رہتے ہیں،ان میں زہریلی ہوا بھر جاتی ہے،اور ان کی وجہ سے حادثات ہوتے رہتے ہیں،جوں ہی کوئی آدمی ان میں داخل ہوتا ہے،وہ اس زہریلی ہوا کے اثر سے مرجاتا ہے،یا بے ہوش ہوجاتا ہے،اس لئے جب تک ان کو کھول کر زہریلی ہوا کو باہر نہ نکال دیا جائے،ان میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔
تہہ خانے اور نم دار جگہ کی ہوا اور فضاء بھی خراب ہوتی ہے،اس لئے ایسے مقامات پر زیادہ وقت رہنے سہنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔
سورج کی قدرتی ہوا اور روشنی میں وٹامن ڈی ہوتے ہیں،اسی وجہ سے تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ کینسر بالخصوص چھاتی کے سرطان کی اہم وجوہات میں سے ایک وٹامن ڈی کی کمی ہے،لہٰذا اگر انسان سورج کی روشنی حاصل کرے،تو اس سے جسم میں وٹامن ڈی پیدا ہوتی ہے،اور کینسر وغیرہ کے لاحق ہونے کے امکانات میں کمی ہوجاتی ہے۔
ماہرین کا خیال ہے کہ سورج کی روشنی لینے سے دل کی شریانیں کھلی رہتی ہیں اور انسان کا بلڈ پریشر معتدل اور نارمل رہتا ہے۔
دن میں سورج کی روشنی کا استعمال اور رات کے وقت اندھیرے میں رہنے سے خطرناک بیماری الزائمرز کی شدت میں کمی آجاتی ہے،ایسے مریض جنہیں سورج کی روشنی میں رکھا گیا ان میں یہ بات سامنے آئی کہ وہ رات کو دوسرے مریضوں کی نسبت سکون سے سوتے رہے۔
طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ بہتر جسمانی نشونما کے لیے ضروری ہے کہ والدین اپنے بچوں کو گھروں پر بٹھائے رکھنے کے بجائے کھلی فضاء اور قدرتی روشنی میں کھیلنے کودنے کی ترغیب دیں۔

طبی ماہرین کے بقول کھلی فضاء میں دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ ہڈیوں میں معدنیات کے بہتر تناسب کے لیے وٹامن ڈی حاصل ہوتا ہے، وٹامن ڈی عمومی طور پر قدرتی غذائی اشیاء سے بہت کم مقدار میں حاصل ہو پاتا ہے اور سورج کی روشنی ہی اس کا سب سے بہت بڑا ماخذ ہے، انسانی جسم پر سورج کی روشنی پڑنے سے جسمانی ضرورت کا نوے فیصد وٹامن ڈی حاصل ہوتا ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق جن بچوں کے والدین انہیں کھلی فضاء میں کھیلنے کی ترغیب دیتے ہیں، وقت کے ساتھ ان میں گھر پر بیٹھ کر ٹیلی ویژن دیکھنے یا کمپیوٹر کے سامنے وقت گزارنے کے رجحانات دیگر بچوں کے مقابلے میں خاصے کم ہو جاتے ہیں اور یوں وہ کھلی فضاء میں رہ کر زیادہ بہتر نشو نما پاتے ہیں۔

دنیا کے بیشتر حصوں میں اکتوبر تا مارچ کے دوران سورج کی الٹراوائلٹ بی شعاؤں کے اخراج میں کمی واقع ہو جاتی ہے، اس سے انسانی جسم کے اندر وٹامن ڈی کی پیداوار بھی متاثر ہوتی ہے، ماہرین کے مطابق ایسے میں وہ افراد جو موسم گرما میں سورج کی روشنی میں خوب وقت گزار چکے ہوتے ہیں، انہیں کوئی پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی۔

بعض ماہرین کے مطابق دن میں کم از کم 10 یا 15 منٹ تک سورج کی روشنی میں رہنا صحت کے لیے مفید ہے۔

آج کل سورج کی فطری روشنی اور قدرتی ہوا کے بجائے، بجلی وغیرہ کی مصنوعی روشنی اور ہوا سے ضرورت پوری کرنے کا مزاج بن گیا ہے، سورج کی فطری روشنی اور قدرتی ہوا کو حاصل کرنے کا اہتمام نہیں رہا، اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے، جب اور جہاں فطری روشنی اور قدرتی صاف ہوا حاصل ہو سکتی ہو، اس کو حاصل کرنا چاہئے۔

اسلامی ناموں کی فہرست

اسلامی ناموں اور کنیت، لقب اور نسبت ونسب سے متعلق شرعی وفقہی احکام

اور بچوں وبچیوں کے معتبر اسلامی ناموں کی فہرست

ناموں کا اصل تلفظ اور ان ناموں کے معانی اور نسبت

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

☐...... 14 / 21 / 28 / صفر 6/, ربیع الاول کو متعلقہ مساجد میں حسبِ معمول وعظ ومسائل کی نشستیں ہوئیں۔

☐...... 9 / 16 / 23 / صفر، یکم، 8 / ربیع الاول بروز اتوار دن دس بجے کی اصلاحی نشست ہفتہ وار حسبِ سابق حضرت مدیر ادارہ کی منعقد ہوتی رہی۔

☐...... 7 / صفر جمعہ کی شام راقم الحروف، مولانا عبدالوہاب اور مولانا طلحہ مدثر صاحبان کے ہمراہ عبداللہ ملک اینڈ برادر، حج کمپنی کے زیر اہتمام اپنے گروپ کے حجاج کے لئے دیئے گئے عشائیے میں بلیولیگون، دی مال صدر میں شریک ہوئے۔

☐...... 8 / صفر ہفتہ، تعمیرِ پاکستان سکول کے طلبہ وطالبات مطالعاتی وتفریحی دورہ پر سکول کی جانب سے لے جائے گئے۔

☐...... 8 / صفر ادارہ کے شعبہ تعلیمات کے تحت سہ ماہی امتحانات شروع ہوئے، 8، کو کتب، 9 کو شعبہ قرآن (ناظرہ وبنیادی تعلیمات، ترجمہ وتفسیر وفقہ) طلبہ وطالبات کی تمام جماعتوں کے امتحانات ہوئے، 12 صفر بدھ کو شعبہ حفظ کا امتحان ہوکر سلسلہ امتحانات تکمیل پذیر ہوا، 13/ صفر جمعرات کو تعلیمی شعبہ میں تعطیل رہی۔

☐...... 14 / صفر، بعد از نماز جمعہ، حضرت مدیر صاحب نے جناب نیاز علی صاحب کی بیٹی کا نکاح مسنون، مسجدِ غفران میں پڑھایا۔

☐...... 16 / صفر اتوار کی شام یوم والدین کا جلسہ ہوا، جس میں مفتی محمد یونس صاحب کا اصلاحی بیان ہوا۔ بیان کے بعد سہ ماہی امتحانات کے نتائج سنائے گئے اور نمایاں درجے میں کامیاب ہونے والے طلبہ وطالبات کو انعامات پیش کئے گئے۔

☐...... 16 / صفر اتوار، حضرت مدیر صاحب جناب خورشید صاحب کے بیٹے اور سہیل صاحب کے بھتیجے، اور نوید صاحب (کہ مذکورہ تینوں حضرات فرداً فرداً ادارہ اور مدیر ادارہ کے ساتھ قدیم اور خصوصی تعلق رکھتے ہیں) کے بھائی جناب فرقان احمد صاحب کے ولیمہ میں بوقت ظہر شریک ہوئے، ہمراہ، مفتی محمد یونس صاحب، بندہ امجد، حافظ مولوی محمد ریحان، حافظ محمد عفان تھے۔

☐...... 16 / صفر، اتوار، بعد نمازِ مغرب حضرت مدیر صاحب، حکیم محمد فیضان صاحب کی بیمار پرسی کے لئے ان کے گھر (ائرپورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی) تشریف لے گئے، بعد عشاء واپسی ہوئی۔

☐...... 17 /صفر، پیر، بعد نماز عشاء، جناب مرزا منصور احمد بیگ صاحب اور جناب نعیم صاحب (سیور فوڈز) ادارہ غفران میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے ملاقات کی، اور دینی امور پر گفتگو کی۔

☐...... 17 /صفر، پیر، ادارہ غفران سے متصل (جناب راجہ شفقت صاحب کے) مکان کی ادارہ کے لئے خریداری عمل میں آئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

☐...... 13 /صفر جمعرات کو مضافات کی طرف 11 بجے تا عصر تفریحی دورہ ہوا۔ اس دن تعلیمی شعبہ میں تعطیل تھی، ایوب پارک کے سبزہ زار میں اساتذہ ادارہ احباب دارالافتاء پر مشتمل ایک ماہانہ فقہی مجلس کی تاسیس عمل میں آئی، اس کے بنیادی خدوخال اور خاکہ مرتب ہوا، ہر شمسی مہینے کے پہلے جمعہ کی شام ادارہ میں اس کا اجلاس ہوا کرے گا، صدر مجلس حضرت مدیر صاحب ہیں۔

☐...... 21 /صفر کی شام جمعہ کو دارالافتاء ادارہ غفران میں اس اندرونی فقہی مجلس کا باقاعدہ اجلاس ہوا، جس میں محرم کے بغیر سفر کا مسئلہ اور مدیر صاحب کا مقالہ زیر بحث آیا، اور اجتماعی آراء مرتب ہوئیں۔

☐...... 4 /ربیع الاول بدھ کی شام بیرونی مجلس فقہی کا اجلاس دارالافتاء ادارہ غفران میں "المجلس العلمی" کے عنوان سے منعقد ہوا، عصر تا بعد عشاء اس اجلاس کا دورانیہ رہا۔

اس میں بھی محرم کے بغیر سفر کا مسئلہ زیرِ بحث آیا، اور آراء وتجاویز پیش کی گئیں جس کا حاصل خلاصہ ایک مختصر نتیجے کی شکل میں طے اور مرتب ہوا، اس مجلس میں راولپنڈی واسلام آباد کے اہلِ علم حسبِ سابق شریک ہوئے۔

☐...... 5 /ربیع الاول، جمعرات، بعد عشاء، جناب زاہد صاحب (چوڑیوں والوں) کے برخوردار جناب یاسر صاحب کے ولیمہ میں حضرت مدیر صاحب اور اساتذہ ادارہ غفران نے شرکت کی۔

☐...... 7 /ربیع الاول، ہفتہ، بعد ظہر، جناب مولانا عبدالودود صاحب، مولانا محمد فہیم صاحب (جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا) اور مولانا عبدالعظیم ترمذی صاحب (معہد الترمذی، لاہور) ادارہ تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے مختلف دینی امور پر گفتگو ہوئی، بعد عصر واپس تشریف لے گئے۔

☐...... 8 /ربیع الاول، اتوار، صبح، حضرت مدیر صاحب مع اہلِ خانہ، اسلام آباد کے مضافات میں تفریح وہوا خوری کے لئے تشریف لے گئے، قبل عصر واپسی ہوئی۔

☐......صفر کے دوسرے عشرے سے ادارہ کی پہلی دو منزلوں، دارالافتاء، نماز ہال، صحن، دارالاقامہ میں دیواروں پر ٹائلوں کی تنصیب کا عمل اپنے احباب میں سے ایک صاحب خیر کی دلچسپی وتعاون سے شروع ہوا، ساتھ لکڑی کا کام، تعلیمی شعبہ اور دارالافتاء کے لئے نئے ڈیسک بنانے کی صورت میں شروع ہوا۔

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

21/نومبر/2015ء/8/صفر المظفر/1436ھ: پاکستان: پاک روس گیس منصوبہ 2017 میں حل ہوگا، معاہدہ طے، 117 ملین ڈالر کا تنازع بھی حل 22/نومبر: پاکستان: پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین کے صدر، بزرگ سیاستدان مخدوم امین فہیم انتقال کر گئے ☎ بنگلہ دیش: پاکستان سے محبت کے جرم میں دو اپوزیشن رہنماؤں کو پھانسی 23/نومبر: پاکستان: ایبٹ آباد پہاڑ سرکنے سے لینڈ سلائیڈنگ، 50 دیہات کا رابطہ منقطع، 30 ہزار افراد متاثر 24/نومبر: پاکستان: بنگلہ دیش میں پھانسیوں کے خلاف قومی اور پنجاب اسمبلی میں مذمتی قرارداد یں جمع 25/نومبر: ترکی: ترک افواج کی جانب سے فضائی حدود کی خلاف ورزی پر روسی طیارہ مار گرا گیا 26/نومبر: پاکستان: وزیرِ اعظم نے 40 ارب کے نئے ٹیکس لگانے کی اصولی منظوری دیدی 27/نومبر: پاکستان: 2016 کے لئے نظامِ صلاۃ کے لئے کیلنڈر جاری، ملک بھر میں نمازِ جمعہ ڈیڑھ بجے ہوگی، ریڈیو، ٹیلی ویژن پر اذان نشر کی جائی گی، وزیر مذہبی امور 28/نومبر: پاکستان: بھارت نے کنٹرول لائن پر نئی جدید باڑ کی تعمیر شروع کردی 29/نومبر: پاکستان: لاہور ایئر پورٹ پر جدید لینڈنگ سسٹم کا افتتاح، شدید دھند میں بھی طیارے اتارے جاسکیں گے 30/نومبر: پاکستان: دسمبر کے لئے پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں برقرار رکھنے کا فیصلہ یکم/دسمبر: پاکستان: اسلام آباد کا پہلا بلدیاتی الیکشن، ن لیگ پہلے، پی ٹی آئی دوسرے اور آزاد امیدوار تیسرے نمبر پر ☎ 40 ارب سے زائد کے نئے ٹیکسز لاگو، 1000 سے زائد درآمدی اشیاء مہنگی 2/دسمبر: پاکستان: فیول ایڈجسٹمنٹ، اکتوبر کے لئے نرخوں میں 1.81 روپے فی یونٹ کمی 3/دسمبر: امریکہ میں دہشت گردی، فوجی وردی پہنے مسلح افراد کی فائرنگ، 12 ہلاک 4/دسمبر: پاکستان: پاکستان نے یونان سے بے دخل 30 افراد واپس بھجوادیئے، شہریت کی تصدیق نہ ہوسکی 5/دسمبر: پاکستان: بلدیات انتخابات کا آخری مرحلہ، پنجاب کے 12 اضلاع اور کراچی میں میدان سج گیا۔ پختونخوا، ضمنی بلدیاتی الیکشن 23 جنوری کو ہوں گے، الیکشن کمیشن 6/دسمبر: پاکستان: بلدیاتی انتخابات تیسرا مرحلہ، پنجاب میں ن لیگ آگے، کراچی میں متحدہ کامیاب 7/دسمبر: پاکستان: پاک بھارت قومی سلامتی مشیروں کی ملاقات، مذاکرات جاری رکھنے پر اتفاق 8/دسمبر: پاکستان: اسلام آباد اور بالائی علاقوں میں زلزلہ، شدت 7.1، خاتون جاں بحق، 17 زخمی 9/دسمبر: پاکستان: پروموشن بورڈ کا اجلاس، 60 سے زائد افسران کی گریڈ 19 میں ترقی کی منظوری 10/دسمبر: پاکستان: کوئٹہ میں موسمِ سرما کی پہلی برفباری، پنجاب میں دھند سے حادثات، 9 جاں بحق 11/دسمبر: پاکستان: مری معاہدہ، ڈاکٹر مالک کی مدت پوری، ثناء اللہ زہری وزیر اعلیٰ

بلوچستان نامزد ☚ 12/دسمبر: پاکستان: 2750 پچاس کلومیٹر تک مار کرنیوالا بیلسٹک میزائل شاہین تھری کا کامیاب تجربہ، صدر اور وزیرِ اعظم کی سائنس دانوں اور قوم کو مبارکباد ☚ 13/دسمبر: پاکستان: ودہولڈنگ ٹیکس، حکومت اور تاجروں کے مذاکرات پھر ناکام ☚ 14/دسمبر: پاکستان: تاپی گیس پائپ لائن کا سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا، معاہدہ پر دستخط، 1735 کلومیٹر پائپ لائن 2 سال میں مکمل ہوگی، 10 ارب ڈالر لاگت آئے گی ☚ 15/دسمبر: پاکستان: جسٹس فیصل عرب نے سپریم کورٹ کے جج کا حلف اُٹھا لیا ☚ 16/دسمبر: پاکستان: 900 کلومیٹر تک مار کرنے والے شاہین بیلسٹک میزائل کا کامیاب تجربہ ☎ سعودی عرب: 34 اسلامی ممالک کا فوجی اتحاد قائم ☚ 17/دسمبر: پاکستان: آرمی پبلک سکول پشاور کے شہداء کی پہلی برسی، ملک بھر میں ریلیاں، دعائیہ تقاریب کا سلسلہ جاری ☎ سندھ اسمبلی نے رینجرز اختیارات مشروط کردیئے، تعیناتی کی مشروط منظوری ☎ سعودی عرب: مکہ مکرمہ کرین حادثہ کی تحقیقات مکمل، 5 افراد ذمے دار قرار ☚ 18/دسمبر: پاکستان: پاکستان کی مسلم ممالک اتحاد میں شمولیت کی تصدیق ☎ ملتوی شدہ بلدیات انتخابات، پنجاب میں ن لیگ اور سندھ میں پی پی کو برتری حاصل ☚ 19/دسمبر: پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی، تاپی منصوبے کے لئے 20 کروڑ ڈالر کی منظوری ☚ 20/دسمبر: پاکستان: یکم جنوری سے گیس 38 فیصد مہنگی، اوگرا نے منظوری دے دی۔

الحجامہ سنٹر

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُم بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ: تم جس چیز سے (بیماریوں کی) دواء وعلاج کرتے ہو، اُس میں افضل چیز حجامہ ہے، یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے (ترمذی، بخاری، مسلم)

﴿برائے خواتین﴾

(۱)......اہلیہ عمران رشید (ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر 4، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی۔

فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900)

﴿برائے مرد حضرات﴾

(2)......مولانا عبدالمجید صاحب، بنی، راولپنڈی۔فون نمبر: 0314-5125521

زیرِ انتظام: عمران رشید، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی فون: 0333-5187568